تفسیر ابن کثیر
چند اہم مضامین کی فہرست
۱۰
پارہ نمبر

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾

جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور راہ چلتے مسافروں کا - اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا - جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں' اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

مال غنیمت کی تقسیم کا بیان : ☆☆ (آیت :۴۱) سابقہ تمام امتوں پر مال غنیمت حرام رہا' لیکن اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اسے حلال کر دیا' اس کی تقسیم کی تفصیل یہاں بیان ہو رہی ہے - مال غنیمت وہ ہے جو مسلمانوں کو جہاد کے بعد کافروں سے ہاتھ لگے اور جو مال بغیر لڑے جنگ کے ہاتھ آئے' مثلاً صلح ہو گئی اور مقررہ تاوان جنگ ان سے وصول کیا' یا کوئی مر گیا اور لاوارث تھا' یا جزیہ اور خراج کی رقم وغیرہ' وہ فے ہے - سلف و خلف کی ایک جماعت اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی خیال ہے - بعض لوگ غنیمت کا اطلاق فے پر اور فے کا اطلاق غنیمت پر بھی کرتے ہیں' اس لئے قتادہ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ آیت سورہ حشر کی آیت مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ الخ' کی ناسخ ہے - اب مال غنیمت کے پانچ حصے ہوں گے' چار حصے مجاہدین کے اور ایک حصہ ان کا جن کا بیان اس آیت میں ہے' لیکن یہ قول بعید از قیاس ہے' اس لئے کہ یہ آیت بدر کے واقعہ کے بعد اتری ہے اور وہ آیت بنونضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے -

علماء سیر و مغازی کا اتفاق ہے کہ واقعہ بنونضیر واقعہ بدر کے بعد کا ہے اور اس بات میں تو کوئی شک و شبہ ہی نہیں - جو لوگ فے اور غنیمت میں فرق کرتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت تو فے کے بارے میں ہے اور یہ غنیمت کے بارے میں - بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ ان دونوں قسم کے مال کی تقسیم امام کی رائے پر ہے - پس مقررہ حشر کی آیت اور اس آیت میں کوئی اختلاف نہیں جبکہ امام کی مرضی ہو - واللہ اعلم - آیت میں بیان ہے کہ خمس یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت میں سے نکال دینا چاہیے' چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو' گو سوئی ہو یا دھاگہ ہو - پروردگار عالم فرماتا ہے' جو خیانت کرے گا' وہ اسے لے کر قیامت کے دن پیش ہو گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ ملے گا' کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا - کہتے ہیں کہ خمس میں سے اللہ کے لئے مقرر شدہ حصہ کعبہ میں داخل کیا جائے گا - حضرت ابو العالیہ ریاحی کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال کے رسول اللہ ﷺ پانچ حصے کرتے تھے' چار مجاہدین میں تقسیم ہوتے' پانچویں میں سے آپ مٹھی بھر کر نکال لیتے اور اسے کعبہ میں داخل کر دیتے' پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے' ایک رسول اللہ کا' ایک قرابت داروں کا' ایک یتیموں کا' ایک مسکینوں کا' ایک مسافروں کا' یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ کا نام صرف بطور تبرک ہے' گویا رسول اللہ ﷺ کے حصے کے بیان کا وہ شروع ہے - ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب حضورؐ کوئی لشکر بھیجتے اور مال غنیمت کا مال ملتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی -

پس یہ فرمان کہ اَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ یہ صرف کلام کے شروع کے لئے ہے' زمین و آسمان میں جو کچھ ہے' اللہ کا ہے' پانچویں حصے میں

سے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ اللہ رسول کا ایک ہی حصہ ہے' اس کی تائید بیہقی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ سے وادی القریٰ میں آ کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ غنیمت کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟' آپ نے فرمایا' اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا ہے' باقی کے چار حصے لشکریوں کے' اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں' یہاں تک کہ تو اپنے کسی دوست کے جسم سے تیر نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں۔

حضرت حسنؒ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا' کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضامند نہ ہو جاؤں جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر کئے جاتے تھے' چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے' پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے' ایک چوتھائی اللہ کا اور اس کے رسول کا' پھر یہ حصہ آنحضرت ﷺ لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ آپ اور آپ کے بعد جو بھی آپ کا نائب ہو' اس کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں' اللہ کا حصہ اللہ کے نبی کا ہے اور جو آپ کا حصہ تھا' وہ آپ کی بیویوں کا ہے۔ عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں' اللہ اور اس کے رسول کا جو حصہ ہے' وہ صرف رسول اللہ ﷺ ہی کا ہے آپ کو اختیار ہے جس کام میں آپ چاہیں لگائیں۔ مقدام بن معدی کرب' حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابودرد' حضرت حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' ان میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا ذکر ہونے لگا تو ابودرداء نے عبادہ بن صامت سے کہا' فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ ﷺ نے خمس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضورؐ نے ایک جہاد میں خمس کے ایک اونٹ کے پیچھے صحابہ کو نماز پڑھائی' سلام کے بعد کھڑے ہو گئے اور چند بال اپنی چٹکی میں لے کر فرمایا کہ مال غنیمت کے اونٹ کے یہ بال بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں' میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس دے دیا جاتا ہے' پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو' خیانت نہ کرو' خیانت عار ہے اور خیانت کرنے والوں کے لئے دونوں جہان میں آگ ہے' قریب والوں سے' دور والوں سے راہ حق میں جہاد جاری رکھو' شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو' وطن میں اور سفر میں اللہ کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو' اللہ کے لئے جہاد کرتے رہو' جہاد جنت کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم و رنج سے نجات دیتا ہے۔ (مسند امام احمد)

یہ حدیث حسن ہے اور بہت ہی اعلیٰ ہے۔ صحاح ستہ میں اس سند سے مروی نہیں لیکن مسند ہی کی دوسری روایت میں دوسری سند سے خمس کا اور خیانت کا ذکر مروی ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں بھی مختصراً یہ حدیث مروی ہے۔ اس حصے میں سے رسول مقبول ﷺ بعض چیزیں اپنی ذات کے لئے بھی مخصوص فرما لیا کرتے تھے' لونڈی' غلام' تلوار' گھوڑا وغیرہ' جیسا کہ محمد بن سیرین اور عامر شعبی اور اکثر علماء نے فرمایا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن کے مال غنیمت میں سے تھی جو حضورؐ کے پاس تھی' اسی کے بارے میں احد والے دن خواب دیکھا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح آئیں تھیں۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے' حضرت یزید بن عبداللہ کہتے ہیں' ہم باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے' ان کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا' ہم نے اسے پڑھا' اس میں تحریر تھا کہ یہ محمد رسول اللہ کی طرف سے زہیر بن اقیش کی طرف ہے کہ اگر تم اللہ کی وحدت کی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دو اور نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور غنیمت کے مال سے خمس ادا کرتے رہو اور نبی ﷺ کا حصہ اور خالص حصہ ادا کرتے رہو' تو تم اللہ اور اس

کے رسولؐ کی امان میں ہو ہم نے ان سے پوچھا کہ تجھے یہ کس نے لکھ دیا ہے اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے پس ان صحیح احادیث کی دلالت اور ثبوت اس بات پر ہے اسی لئے اکثر بزرگوں نے اسے حضورؐ کے خواص میں سے شمار کیا ہے صلوات اللہ و سلامہ علیہ۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ خمس میں امام وقت مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے جیسے کہ مال فے میں اسے اختیار ہے ہمارے شیخ علامہ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت امام مالکؒ اور اکثر سلف کا ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا تو یہ بھی خیال رہے کہ خمس جو حضورؐ کا حصہ تھا اسے اب آپ کے بعد کیا کیا جائے۔ بعض تو کہتے ہیں کہ اب یہ حصہ امام وقت یعنی خلیفۃ المسلمین کا ہو گا۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ حضرت قتادہؒ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ مسلمانوں کی مصلحت میں صرف ہو گا۔ ایک قول ہے کہ یہ بھی اہل حاجت کی بقایا قسموں پر خرچ ہو گا یعنی قرابت دار یتیم مسکین اور مسافر۔ امام ابن جریرؒ کا مختار مذہب یہی ہے۔ اور بزرگوں کا فرمان ہے کہ حضورؐ کا اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ یتیموں مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا جائے۔ عراق والوں کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ خمس کا یہ پانچواں حصہ سب کا سب قرابت داروں کا ہے چنانچہ عبداللہ بن محمد اور علی بن حسین کا قول ہے کہ یہ ہمارا حق ہے پوچھا گیا کہ آیت میں یتیموں اور مسکینوں کا بھی ذکر ہے تو سیدنا علی بن حسینؓ علیؓ نے فرمایا اس سے مراد بھی ہمارے یتیم اور مسکین ہیں۔

سیدنا علی بن حسینؓ حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا و آخرت کا سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ حضورؐ کے بعد ان دونوں حصوں کے بارے میں کیا ہو اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں حضرت کا حصہ آپؐ کے خلیفہ کو ملے گا۔ بعض کہتے ہیں آپؐ کے قرابت داروں کو۔ بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابتداروں کو۔ ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے اور اسی طرح خلافت صدیقیہ و فاروقی میں ہوتا بھی رہا ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ حضورؐ کے اس حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے پوچھا گیا کہ حضرت علیؓ اس بارے میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا وہ اس بارے میں ان سے سخت تھے۔ اکثر علماء رحمہم اللہ کا یہی قول ہے۔ ہاں ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا ہے۔ اس لئے کہ اولاد عبدالمطلب نے اولاد ہاشم کی جاہلیت میں اور شروع اسلام میں موافقت کی اور انہی کے ساتھ انہوں نے گھاٹی میں قید ہونا بھی منظور کر لیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ستائے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے اور آپؐ کی حمایت میں تھے ان میں سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی وجہ سے کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب کی فرمانبرداری کی وجہ سے ستائے گئے۔ ہاں بنو عبد شمس اور بنو نوفل گو یہ بھی آپ کے چچازاد بھائی تھے لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے انہیں الگ کر چکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے تمام قبائل ان کے مخالف ہیں اسی لئے ابو طالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قرابت دار تھے اس قصیدے میں انہوں نے کہا ہے کہ انہیں بہت جلد اللہ کی طرف سے ان کی اس شرارت کا پورا پورا بدلہ ملے گا ان بے وقوفوں نے اپنے ہو کر ایک خاندان اور ایک خون کے ہو کر ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں وغیرہ ایک موقعہ پر ابن جبیر بن معطم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ نے خیبر کے خمس میں سے بنو عبدالمطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ آپؐ کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل یکساں اور برابر ہیں آپؐ نے فرمایا سنو بنو ہاشم اور

بنوعبدالمطلب تو بالکل ایک ہی چیز ہیں' بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے مجھ سے نہ کبھی جاہلیت میں جدائی برتی نہ اسلام میں۔ یہ قول تو جمہور علماء کا ہے کہ یہ بنوہاشم اور بنوعبدالمطلب ہیں۔

بعض کہتے ہیں' یہ صرف بنوہاشم ہیں۔ مجاہدؒ کا قول ہے کہ اللہ کو علم تھا کہ بنوہاشم میں فقراء ہیں' پس صدقے کی جگہ ان کا حصہ مال غنیمت میں مقرر کر دیا' یہی رسول اللہ ﷺ کے وہ قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ علی بن حسینؒ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب قریش ہیں۔ ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ ذوی القربیٰ کون ہیں؟ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ ہم تو کہتے تھے ہم ہیں لیکن ہماری قوم نہیں مانتی' وہ سب کہتے ہیں کہ سارے ہی قریش ہیں۔ (مسلم وغیرہ) بعض روایات میں صرف پہلا جملہ ہی ہے' دوسرے جملے کی روایت کے راوی ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن مدنی کی روایت میں ہی یہ جملہ ہے کہ سب کہتے ہیں کہ سارے قریش ہیں' اس میں ضعف بھی ہے ابن ابی حاتم میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تمہارے لئے لوگوں کے میل کچیل سے تو میں نے منہ پھیر لیا' خمس کا پانچواں حصہ تمہیں کافی ہے' یہ حدیث حسن ہے' اس کے راوی ابراہیم بن مہدی کو امام ابوحاتم ثقہ بتاتے ہیں' لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ منکر روایات لاتے ہیں' واللہ اعلم۔ آیت میں یتیموں کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کے وہ بچے جن کا باپ فوت ہو چکا ہو۔ بعض تو کہتے ہیں کہ یتیمی کے ساتھ فقیری بھی ہو تو وہ مستحق ہیں اور بعض کہتے ہیں' ہر امیر فقیر یتیم کو یہ الفاظ شامل ہیں۔ مساکین سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس اتنا نہیں کہ ان کی فقیری اور ان کی حاجت پوری ہو جائے اور انہیں کافی ہو جائے۔ ابن السبیل وہ مسافر ہے جو اتنی حد تک وطن سے نکل چکا ہو یا جا رہا ہو کہ جہاں پہنچ کر اسے نماز کو قصر پڑھنا جائز ہو اور سفر خرچ کافی اس کے پاس نہ رہا ہو' اس کی تفسیر سورہ برأت کی آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ' کی تفسیر میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ہمارا اللہ پر بھروسہ ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر تمہارا اللہ پر اور اس کی اتاری ہوئی وحی پر ایمان ہے تو جو وہ فرما رہا ہے لاؤ' یعنی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ الگ کر دیا کرو۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ وفد عبدالقیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں تمہیں چار باتوں کا حکم کرتا ہوں' اور چار سے منع کرتا ہوں' میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں' جانتے بھی ہو کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا' زکوۃ دینا اور غنیمت میں سے خمس ادا کرنا' پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔ حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا ہے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان میں ہے' پھر اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور ہم نے شرح صحیح بخاری میں اس کا پورا مطلب واضح بھی کر دیا ہے۔ وللہ الحمد والمنہ۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنا ایک احسان و انعام بیان فرماتا ہے کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا' اپنے دین کو غالب کیا اپنے نبی کی اور آپ کے لشکریوں کی مدد فرمائی اور جنگ بدر میں انہیں غلبہ دیا' کلمہ ایمان' کلمہ کفر پر چھا گیا' پس یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے جس میں حق و باطل کی تمیز ہو گئی' بہت سے بزرگوں سے یہی تفسیر مروی ہے' یہی سب سے پہلا غزوہ تھا۔ مشرک لوگ عتبہ بن ربیعہ کی ماتحتی میں تھے' جمعہ کے دن انیس یا سترہ رمضان کو یہ لڑائی ہوئی تھی' اصحاب رسولؐ تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور مشرکوں کی تعداد نو سو سے ایک ہزار تھی' باوجود اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی' ستر سے زائد کافر تو مارے گئے اور اتنے ہی قید کر لئے گئے۔ مستدرک حاکم میں ہے' ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ لیلتہ القدر کو گیارہویں رات میں ہی یقین کے ساتھ تلاش کرو اس لئے کہ اس کی صبح کو بدر کی لڑائی کا دن تھا۔ حسنؓ بن علی فرماتے ہیں کہ لیلتہ الفرقان جس دن دونوں جماعتوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی' رمضان شریف کی سترہویں تھی' یہ

رات بھی جمعہ کی رات تھی' غزوے اور سیرت کے مرتب کرنے والے کے نزدیک یہی صحیح ہے- ہاں یزید بن ابوحبیب جو اپنے زمانے کے مصری علاقے کے امام تھے' فرماتے ہیں کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا لیکن کسی اور نے ان کی متابعت نہیں کی اور جمہور کا قول یقیناً ان کے قول پر مقدم ہے- واللہ اعلم-

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٤٢﴾

جبکہ تم پاس والے کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے بہت نیچا تھا' اگر تم آپس میں وعدے کرتے تو یقیناً تم میں اس وعدے کے بارے میں بہت سے اختلاف پڑتے لیکن اللہ کو تو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا تا کہ وہ ظاہری طور پر بھی برباد ہو جو دلیل کی رو سے ہلاک ہو چکا ہے اور وہ جی جاتے جو دلیل سے جیتا ہے' بیشک اللہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے ○

اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے ذریعے ایمان کو کفر سے ممتاز کر دیا: ☆☆ (آیت:۴۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن تم وادی الدینا میں تھے' جو مدینہ شریف سے قریب ہے اور مشرک لوگ مکہ کی جانب مدینہ کی دور کی وادی میں تھے اور ابوسفیان اور اس کا قافلہ تجارتی اسباب سمیت نیچے کی جانب دریا کی طرف تھا' اگر تم کفار قریش سے جنگ کا ارادہ پہلے سے کرتے تو یقیناً تم میں اختلاف پڑتا کہ کثرت تعداد اور کثرت اسباب معلوم ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ ارادے پست ہو جاتے' اس لئے قدرت نے پہلے سے طے کئے بغیر دونوں جماعتوں کو اچانک ملا دیا کہ اللہ کا یہ ارادہ پورا ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بلندی حاصل ہو اور شرک اور مشرکوں کو پستی ملے' پس جو کرنا تھا' وہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا-

چنانچہ کعبؓ کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ اور مسلمان تو صرف قافلے کے ارادے سے ہی نکلے تھے' لیکن اللہ نے دشمن سے مڈبھیڑ کرا دی بغیر کسی تقرر کے اور بغیر کسی جنگی تیاری کے' ابوسفیان ملک شام سے قافلہ لے کر چلا' ابوجہل اسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے مکہ سے نکلا' قافلہ دوسرے راستے سے نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہوگئی' اس سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو خصوصاً پانی لانے والوں کو دیکھ کر انہیں ایک دوسرے کا علم ہوا- سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حضورؐ برابر اپنے ارادے سے جا رہے تھے صفراء کے قریب پہنچ کر بسبس بن عمرو اور عدی بن ابوالزعباء جہنی کو ابوسفیان کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا' ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچ کر بطحا کے ایک ٹیلے پر اپنی سواریاں بٹھائیں اور پانی کے لئے نکلے' راستے میں دولڑکیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا' ایک دوسری سے کہتی ہے' تو میرا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا جلدی نہ کر' کل یا پرسوں یہاں قافلہ آنے والا ہے' میں تجھے تیرا حق دے دوں گی' مجدی بن عمرو بیچ میں بول اٹھا اور کہا یہ سچ کہتی ہے' اسے ان دونوں صحابیوں نے سن لیا' اپنے اونٹ کسے اور فوراً خدمت نبویؐ میں جا کر آپ کو خبر دی-

ادھر ابوسفیان اپنے قافلے سے پہلے یہاں اکیلا پہنچا اور مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس کنویں پر تم نے کسی کو دیکھا' اس نے کہا' نہیں' البتہ

دو سوار آئے تھے اپنے اونٹ اس ٹیلے پر بٹھائے اپنی مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے یہ سن کر یہ اس جگہ پہنچا مینگنیاں لیں اور انہیں توڑا اور کھجوروں کی گٹھلیاں ان میں پا کر کہنے لگا واللہ یہ مدنی لوگ ہیں وہیں سے واپس اپنے قافلے میں پہنچا اور راستہ بدل کر سمندر کے کنارے چل دیا جب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنا قاصد قریشیوں کے پاس بھیجا کہ اللہ نے تمہارے قافلے مال اور آدمیوں کو بچا لیا تم لوٹ جاؤ یہ سن کر ابو جہل نے کہا نہیں جب یہاں تک ہم آ چکے ہیں تو ہم بدر تک ضرور جائیں گے یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا وہاں ہم تین روز ٹھہریں گے وہاں اونٹ ذبح کریں گے شرابیں پئیں گے کباب بنائیں گے تاکہ عرب میں ہماری دھوم مچ جائے اور ہر ایک کو ہماری بہادری اور بے جگری معلوم ہو اور وہ ہمیشہ ہم سے خوف زدہ رہیں۔ لیکن اخنس بن شریق نے کہا کہ بنو زہرہ کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال محفوظ کر دیئے تم کو چاہئے کہ اب واپس چلے جاؤ اس کے قبیلے نے اس کی مان لی یہ لوگ اور بنو عدی لوٹ گئے۔

بدر کے قریب پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو خبر لانے کے لئے بھیجا چند اور صحابہؓ کو بھی ان کے ساتھ کر دیا انہیں بنو سعید بن عاص کا اور بنو حجاج کا غلام کنویں پر مل گیا دونوں کو گرفتار کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اس وقت آپ نماز میں تھے صحابہؓ نے ان سے سوال کرنا شروع کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا قریش کے سقے ہیں انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لئے بھیجا تھا۔ صحابہؓ کا خیال تھا کہ یہ ابو سفیان کے آدمی ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان پر سختی شروع کی آخر گھبرا کر انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ابو سفیان کے قافلے کے ہیں تب انہیں چھوڑا۔ حضورؐ نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ سچ بولتے رہے تم انہیں مارتے پیٹتے رہے اور جب انہوں نے جھوٹ کہا تم نے چھوڑ دیا واللہ یہ سچے ہیں یہ قریش کے غلام ہیں۔ آپ نے ان غلاموں سے فرمایا ہاں بھئی بتاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟ انہوں نے کہا وادی قصویٰ کے اس طرف ٹیلے کے پیچھے آپؐ نے فرمایا وہ تعداد میں کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا بہت ہیں آپؐ نے فرمایا آخر کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا تعداد تو ہمیں معلوم نہیں آپؐ نے فرمایا اچھا یہ بتا سکتے ہو ہر روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک دن نو ایک دن دس آپؐ نے فرمایا پھر وہ نو سو سے ایک ہزار تک ہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ ان میں سرداران قریش میں سے کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابوالبختری بن ہشام حکیم بن حزام نوفل بن خویلد حارث بن عامر بن نوفل طعیمہ بن عدی نضر بن حارث زمعہ بن اسود ابو جہل امیہ بن خلف اور منبہ بن حجاج سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود یہ سن کر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا لو مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف ڈال دیئے ہیں۔

بدر کے دن جب دونوں جماعتوں کا مقابلہ شروع ہونے لگا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے ایک جھونپڑی بنا دیں آپ وہاں رہیں ہم اپنے جانوروں کو یہیں بٹھا کر میدان میں جا کو دیں اگر فتح ہوئی تو الحمد للہ یہی مطلوب ہے ورنہ آپ ہمارے جانوروں پر سوار ہو کر انہیں اپنے ساتھ لے کر ہماری قوم کے ان حضرات کے پاس چلے جائیں جو مدینہ شریف میں ہیں وہ ہم سے زیادہ آپؐ سے محبت رکھتے ہیں انہیں معلوم نہ تھا کہ کوئی جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے اور آپ کی مدد کے لئے آپ کے ہم رکاب نکل کھڑے ہوتے۔ حضورؐ نے ان کے مشورے کی قدر کی انہیں دعا دی اور اس ڈیرے میں آپ ٹھہر گئے آپ کے ساتھ صرف حضرت ابو بکرؓ تھے اور کوئی نہ تھا صبح ہوتے ہی قریشیوں کے لشکر ٹیلے کے پیچھے سے آتے ہوئے نمودار ہوئے انہیں دیکھ کر آپؐ نے جناب باری میں دعا کی کہ باری تعالیٰ یہ فخر و غرور کے ساتھ تجھ سے لڑنے اور تیرے رسول کو جھٹلانے کے لئے آ رہے ہیں باری تعالیٰ تو انہیں پست و ذلیل کر۔ اس آیت کے آخری جملے کی تفسیر سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ یہ اس لئے کہ کفر کرنے والے دلیل ربانی دیکھ لیں گو کفر ہی پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں۔ یعنی آمادگی اور بغیر شرط و

قرارداد کے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور مشرکوں کا یہاں اچانک آمنا سامنا کرا دیا کہ حقانیت کو باطل پر غلبہ دے کر حق کو مکمل طور پر ظاہر کر دے اس طرح کہ کسی کو شک وشبہ باقی نہ رہے اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کر رہے اور جو ایمان والا ہو جائے وہ دلیل دیکھ کر ایمان دار بنے' ایمان ہی دلوں کی زندگی ہے اور کفر ہی اصلی ہلاکت ہے۔

جیسے فرمان قرآن ہے او من کان میتا فاحییناہ الخ' یعنی وہ جو مردہ تھا' پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لئے نور بنا دیا کہ اس کی روشنی میں وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ تہمت کے قصہ میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا' وہ ہلاک ہو گیا یعنی بہتان میں حصہ لیا' اللہ تعالیٰ تمہارے تضرع وزاری اور تمہاری دعا و استغفار اور فریاد و مناجات کا سننے والا ہے' وہ خوب جانتا ہے کہ تم اہل حق ہو' تم مستحق امداد ہو' تم اس قابل ہو کہ تمہیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ دیا جائے۔

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٤٣﴾ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٤٤﴾ ع ۷

جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی۔ اگر ان کی زیادتی دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے اور اس کام کے بارے میں آپس میں اختلاف کرنے لگتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ وہ دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے ○ جبکہ اس نے بوقت ملاقات انہیں تمہاری نگاہوں میں بہت کم دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں کم دکھائے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک پہنچا دے جو کرنا ہی تھا' سب کام اللہ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں ○

لڑائی میں مومن کم اور کفار زیادہ دکھائی دیئے: ☆☆ (آیت:۴۳-۴۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مشرکوں کی تعداد بہت کم دکھائی آپؐ نے اپنے اصحاب سے ذکر کیا اور یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کی ان آنکھوں سے ان کی تعداد کم دکھائی' جن آنکھوں سے آپ سوتے تھے' لیکن یہ قول غریب ہے۔ جب قرآن میں منام کے لفظ ہیں تو اس کی تاویل بلا دلیل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ممکن تھا کہ اُن کی تعداد کی زیادتی اِن میں رعب بٹھا دے اور آپس میں اختلاف شروع ہو جائے کہ آیا ان سے لڑیں یا نہ لڑیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ہی بچا لیا اور ان کی تعداد کم کر کے دکھائی' اللہ پاک دلوں کے بھید سے' سینے کے راز سے واقف ہے' آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے۔ خواب میں تعداد میں کم دکھا کر پھر یہ بھی مہربانی فرمائی کہ بوقت جنگ بھی مسلمانوں کی نگاہوں اور ان کی جانچ میں وہ بہت ہی کم آئے تاکہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور انہیں کوئی چیز ہی نہ سمجھیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں نے اندازہ کر کے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر کے قریب ہوں گے اس نے پورا اندازہ کر کے کہا نہیں کوئی ایک سو ہیں' پھر ان میں سے ایک شخص ہمارے ہاتھ میں قید ہو گیا' اس سے ہم نے پوچھا کہ تم کتنے ہو؟ اس نے کہا' ایک ہزار کا یہ لشکر ہے۔ پھر اسی طرح کافروں کی نظروں میں بھی اللہ حکیم نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی۔ اب تو وہ ان پر اور یہ ان

پر ٹوٹ پڑے تاکہ رب کا کام جس کا کرنا وہ اپنے علم میں مقرر کر چکا تھا' پورا ہو جائے' کافروں پر اپنی پکڑ اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرما دے' جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی' یہی کیفیت دونوں جانب رہی۔ لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی' مسلمانوں کا لشکر بڑھ گیا اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا' چنانچہ اب تو کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے اور اللہ نے موحدوں کی مدد کی اور آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا خزانہ کھول دیا۔ جیسے کہ آیت قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ الخ' میں بیان ہوا ہے' پس دونوں آیات ایک سی ہیں۔ مسلمان تب تک کم نظر آتے رہے جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی' شروع ہوتے ہی مسلمان دگنے دکھائی دینے لگے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾

اے ایمان والو! جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور بکثرت یاد اللہ کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو ○ اور اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے رہو' آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو' یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○

جہاد کے وقت کثرت سے اللہ کا ذکر: ☆☆ (آیت: ۴۵-۴۶) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو لڑائی کی کامیابی کی تدبیر اور دشمن کے مقابلے کے وقت شجاعت کا سبق سکھا رہا ہے۔ ایک غزوہ میں رسول مقبول ﷺ نے سورج ڈھلنے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا! لوگو دشمن سے مقابلے کی تمنا نہ کرو' اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو استقلال رکھو اور یقین مانو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے' پھر آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے سچی کتاب کے نازل فرمانے والے' اے بادلوں کے چلانے والے اور لشکروں کو ہزیمت دینے والے' اللہ ان کافروں کو شکست دے اور ان پر ہماری مدد فرما (بخاری و مسلم) عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ دشمن کے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور مقابلے کے وقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ گو وہ چیخیں چلائیں لیکن تم خاموش رہا کرو۔ طبرانی میں ہے' تین وقت ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کو خاموشی پسند ہے (۱) تلاوت قرآن کے وقت (۲) جہاد کے وقت اور (۳) جنازے کے وقت۔

ایک اور حدیث میں ہے کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت میرا ذکر کرتا رہے یعنی اس حال میں بھی میرے ذکر کو' مجھ سے دعا کرنے اور فریاد کرنے کو ترک نہ کرے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں' لڑائی کے دوران یعنی جب تلوار چلتی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض رکھا ہے۔ حضرت عطار رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ چپ رہنا اور ذکر اللہ کرنا لڑائی کے وقت بھی واجب ہے' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی' تو جریج نے آپ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بلند آواز سے کریں؟ آپ نے فرمایا' ہاں کعب احبارؒ فرماتے ہیں' قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر اللہ سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں۔ اس میں بھی اولیٰ وہ ہے جس کا حکم لوگوں کو نماز میں کیا گیا ہے اور جہاد میں' کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوقت جہاد بھی اپنے ذکر کا حکم فرمایا ہے' پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ شاعر کہتا ہے کہ عین جنگ و جدال کے وقت بھی میرے دل میں تیری یاد ہوتی ہے۔ عنترہ کہتا ہے نیزوں اور تلواروں کے شپاشپ چلتے

ہوئے بھی میں تجھے یاد کرتا رہتا ہوں۔

پس آیت میں جناب باری نے دشمنوں کے مقابلے کے وقت میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے اور صبر و استقامت کا حکم دیا کہ نامرد' بزدل اور ڈرپوک نہ بنو' اللہ کو یاد کرو' اسے نہ بھولو' اس سے فریاد کرو' اس سے دعائیں کرو' اسی پر بھروسہ رکھو' اسی سے مدد طلب کرو یہی کامیابی کے گر ہیں' اس وقت بھی اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دو' وہ جو فرمائیں بجالاؤ' جن سے روکیں رک جاؤ' آپس میں جھگڑے اور اختلاف نہ پھیلاؤ ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے' بزدلی جم جائے گی' ہوا اکھڑ جائے گی' قوت اور تیزی جاتی رہے گی' اقبال اور ترقی رک جائے گی' دیکھو صبر کا دامن نہ چھوڑو اور یقین رکھو کہ صابروں کے ساتھ خود اللہ ہوتا ہے۔

صحابہ کرامؓ ان احکام میں ایسے پورے اترے کہ ان کی مثال سابقہ امتوں میں بھی نہیں' بعد والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہی شجاعت' یہی اطاعت رسولؐ' یہی صبر و استقلال تھا جس کے باعث مدد ربانی شامل حال رہی اور بہت ہی کم مدت میں باوجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق و مغرب کو فتح کر لیا' نہ صرف یہ کہ لوگوں کے ملکوں کے مالک بنے بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر کے اللہ کی طرف لگا دیا۔ رومیوں اور فارسیوں ترکوں' صقلیہ بربریوں' حبشیوں' سوڈانیوں اور قبطیوں کو' غرض دنیا کے گوروں کالوں کو مغلوب کر لیا' اللہ کے کلمہ کو بلند کیا' دین حق کو پھیلایا اور اسلامی حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جما دیا۔ اللہ ان سے خوش رہے اور انہیں بھی خوش رکھے۔ خیال تو کرو کہ تیس سال میں دنیا کا نقشہ بدل دیا' تاریخ کا ورق پلٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی کی جماعت میں حشر کرے' وہ کریم و وہاب ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٤٧﴾ وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾

ان لوگوں جیسے نہ بنو جو حق کو دھکا دینے اور لوگوں میں خود نمائی کرنے کے لئے اپنے شہروں سے چلے اور راہ اللہ سے روکنے لگے' جو کچھ وہ کر رہے ہیں' اللہ اسے گھیر لینے والا ہے ○ جب کہ ان کے اعمال شیطان انہیں زینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آ سکتا' میں خود بھی تمہارا حمایتی ہوں' لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری ہوں' میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے' میں اللہ سے ڈرتا ہوں' اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے ○

میدان بدر میں ابلیس مشرکین کا ہمراہی تھا: ☆☆ (آیت: ۴۷-۴۸) اللہ تعالیٰ جہاد میں ثابت قدمی' نیک نیتی' ذکر اللہ کی کثرت کی نصیحت فرما کر مشرکین کی مشابہت سے روک رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر و غرور کے ساتھ اپنے شہروں سے چلے' تم ایسا نہ کرنا۔ چنانچہ ابوجہل سے جب کہا گیا کہ قافلہ تو بچ گیا' اب لوٹ کر واپس چلنا چاہئے تو اس ملعون نے جواب دیا کہ واہ کیسا لوٹنا' بدر کے پانی پر جا کر پڑاؤ کریں گے' وہاں شرابیں اڑائیں گے' کباب کھائیں گے' گانا سنیں گے تاکہ لوگوں

میں شہرت ہو جائے۔

اللہ کی شان کے قربان جائیے ان کے ارمان قدرت نے پلٹ دیئے' یہیں ان کی لاشیں گریں اور یہیں کے گڑھوں میں ذلت کے ساتھ ٹھونس دیئے گئے' اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے' ان کے ارادے اس پر کھلے ہیں' اسی لئے انہیں برے وقت سے پالا پڑا پس یہ مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ کے رسولوں کے سرتاج سے بدر میں لڑنے چلے تھے' ان کے ساتھ گانے والیاں بھی تھیں' باجے گاجے بھی تھے' شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا' انہیں پھسلا رہا تھا' ان کے کام کو خوبصورت' بھلا دکھا رہا تھا' ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے؟ ان کے دل سے بنو بکر کا مکہ پر چڑھائی کرنے کا خوف نکال رہا تھا اور سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں ان کے سامنے کھڑا ہو کر کہہ رہا تھا کہ میں تو اس علاقے کا سردار ہوں' بنو مدلج سب میرے تابع ہیں' میں تمہارا حمایتی ہوں تم بے فکر رہو۔ شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے' نہ پورا ہونے والی امیدوں کے سبز باغ دکھائے اور دھوکے کے جال میں پھنسائے' بدر والے دن یہ اپنے جھنڈے اور لشکر کو ساتھ لے کر مشرکوں کی حمایت میں نکلا' ان کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے' میں تمہارا مددگار ہوں لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں تو پچھلے پیروں بھاگا اور کہنے لگا' میں وہ دیکھتا ہوں جس سے تمہاری آنکھیں اندھی ہیں۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں' بدر والے دن ابلیس اپنا جھنڈا بلند کئے مدلجی شخص کی صورت میں اپنے لشکر سمیت پہنچا اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں نمودار ہوا اور مشرکین کے دل بڑھائے' ہمت دلائی' جب میدان جنگ میں صف بندی ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی مٹھی بھر کر مشرکوں کے منہ پر ماری' اس سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام شیطان کی طرف چلے' اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھا' آپ کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر اپنے لشکروں سمیت بھاگ کھڑا ہوا' اس شخص نے کہا سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو' پھر یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ ملعون چونکہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا' کہنے لگا' میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے' میں تو اللہ سے ڈرنے والا آدمی ہوں' اللہ کے عذاب بڑے بھاری ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اسے پیٹھ پھیرتا دیکھ کر حارث بن ہشام نے پکڑ لیا' اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے یہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ دوسرے لوگوں نے کہا' سراقہ تو اس حال میں ہمیں ذلیل کرتا ہے؟ اور ایسے وقت ہمیں دھوکہ دیتا ہے' وہ کہنے لگا' ہاں ہاں میں تم سے بری الذمہ اور بے تعلق ہوں' میں انہیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضورؐ پر تھوڑی دیر کے لئے ایک طرح کی بے خودی سی طاری ہو گئی' پھر ہوشیار ہو کر فرمانے لگے' صحابیوؓ خوش ہو جاؤ' یہ ہیں تمہاری دائیں جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام اور یہ ہیں تمہاری بائیں طرف میکائیل علیہ السلام اور یہ ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام تینوں مع اپنی اپنی فوجوں کے آموجود ہوئے ہیں۔

ابلیس سراقہ بن مالک جعشم مدلجی کی صورت میں مشرکوں میں تھا' ان کے دل بڑھا رہا تھا اور ان میں پیشین گوئیاں کر رہا تھا کہ بے فکر رہو' آج تمہیں کوئی ہرا نہیں سکتا' لیکن فرشتوں کے لشکر کو دیکھتے ہی اس نے تو منہ موڑا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ میں تم سے بری ہوں' میں انہیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے' حارث بن ہشام چونکہ اسے سراقہ ہی سمجھے ہوئے تھا' اس لئے اس کا ہاتھ تھام لیا' اس نے اس کے سینے میں اس زور سے گھونسہ مارا کہ یہ منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ گیا' سمندر میں کود پڑا اور اپنا کپڑا اونچا کر کے کہنے

لگا' یا اللہ میں تجھے تیرا وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔

اِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾

جبکہ منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے دلوں میں روگ تھا کہ انہیں تو ان کے دین نے مست بنا دیا ہے' جو بھی اللہ پر بھروسہ کرے' اللہ تعالیٰ بلاشک وشبہ غلبے والا اور حکمت والا ہے O

طبرانی میں حضرت رفاعہ بن رافع سے بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں' جب قریشیوں نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آ گئی اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو' ہماری عدم موجودگی میں یہاں چڑھائی کر دیں' قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دستبردار ہو جائیں' اسی وقت ابلیس لعین سراقہ کی صورت میں ان کے پاس آیا جو بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا' کہنے لگا' اپنی قوم کا میں ذمہ دار ہوں' تم ان کا بے خطر ساتھ دو اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے مکمل تیار ہو کر جاؤ' خود بھی ان کے ساتھ چلا' ہر منزل میں یہ اسے دیکھتے تھے' سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی' اس وقت یہ مردود دم دبا کر بھاگا' حارث بن ہشام یا عمیر بن وہب نے اسے جاتے دیکھ لیا' اس نے شور مچا دیا کہ سراقہ کہاں بھاگا جا رہا ہے' شیطان انہیں موت اور دوزخ کے منہ میں دھکیل کر خود فرار ہو گیا' کیونکہ اس نے اللہ کے لشکروں کو مسلمانوں کی امداد کے لئے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا' صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بری ہوں' میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور اس بات میں وہ سچا بھی تھا۔

پھر کہتا ہے میں اللہ کے خوف سے ڈرتا ہوں' اللہ کے عذاب سخت اور بھاری ہیں' اس نے جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھ لیا تھا' سمجھ گیا تھا کہ ان کے مقابلے کی مجھ میں یا مشرکوں میں طاقت نہیں' وہ اپنے اس قول میں تو جھوٹا تھا کہ میں خوف الٰہی کرتا ہوں' یہ تو صرف اس کی زبانی بات تھی' دراصل وہ اپنے میں طاقت ہی نہیں پاتا تھا' یہی اس دشمن رب کی عادت ہے کہ بھڑکاتا اور بہکاتا ہے' حق کے مقابلے میں لاکھڑا کر دیتا ہے' پھر روپوش ہو جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے' شیطان انسان کو کفر کا حکم دیتا ہے' پھر جب وہ کفر کر چکتا ہے تو یہی کہنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بیزار ہوں۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ ایک اور آیت میں ہے کہ جب حق واضح ہو جاتا ہے تو یہ کہتا ہے اللہ کے وعدے سچے ہیں' میں خود جھوٹا' میرے وعدے بھی سراسر جھوٹے' میرا تم پر کوئی زور دعویٰ تو تھا ہی نہیں' تم نے تو آپ میری آرزو پر گردن جھکا دی اب مجھے سرزنش نہ کرو خود اپنے آپ کو ملامت کرو' نہ میں تمہیں بچا سکوں گا نہ تم میرے کام آ سکو گے' اس سے پہلے جو تم مجھے رب کا شریک بنا رہے تھے میں تو آج اس کا بھی انکاری ہوں' یقین مانو کہ ظالموں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔

حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اگر میری آنکھیں آج بھی ہوتیں تو میں تمہیں بدر کے میدان میں وہ گھاٹی دکھا دیتا جہاں سے فرشتے آتے تھے بے شک وشبہ مجھے وہ معلوم ہے۔ انہیں ابلیس نے دیکھ لیا اور اللہ نے انہیں حکم دیا کہ مومنوں کو ثابت قدم رکھو' یہ لوگوں کے پاس ان کے جان پہچان کے آدمیوں کی شکل میں آتے اور کہتے خوش ہو جاؤ۔ یہ کافر بھی کوئی چیز ہیں' اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہے' بے خوفی کے ساتھ شیر کا سا حملہ کر دو' ابلیس یہ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا' اب تک وہ سراقہ کی شکل میں کفار میں موجود تھا' ابوجہل نے یہ حال دیکھ کر اپنے لشکروں میں گشت شروع کیا' کہہ رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں' اس کے بھاگ کھڑے ہونے سے دل تنگ نہ ہو جاؤ' وہ تو محمد (ﷺ) کی طرف سے سکھایا پڑھایا ہوا آیا تھا کہ تمہیں عین موقعہ پر بزدل کر دے' کوئی گھبرانے کی بات نہیں' لات وعزیٰ کی قسم! آج ان مسلمانوں

کو ان کے نبی سمیت گرفتار کرلیں گے' نامردی نہ کرو' دل بڑھاؤ اور سخت حملہ کرو' دیکھو خبردار انہیں قتل نہ کرنا' زندہ پکڑنا تاکہ انہیں دل کھول کر سزا دیں- یہ بھی اپنے زمانے کا فرعون ہی تھا' اس نے بھی جادوگروں کے ایمان لانے کو کہا تھا کہ یہ تو صرف تمہارا ایک مکر ہے کہ یہاں سے تم ہمیں نکال دو اور اس نے بھی کہا تھا کہ جادوگرو یہ موسیٰ تمہارا استاد ہے حالانکہ یہ محض اس کا فریب تھا-

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' عرفہ کے دن جس قدر ابلیس حقیر و ذلیل رسوا اور درماندہ ہوتا ہے' اتنا کسی اور دن نہیں دیکھا گیا' کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عام معافی اور عام رحمت اترتی ہے' ہر ایک کے گناہ عموماً معاف ہو جاتے ہیں- ہاں بدر کے دن اس کی ذلت و رسوائی کا کچھ مت پوچھو' جب اس نے دیکھا کہ فرشتوں کی فوجیں جبرئیلؑ کی ماتحتی میں آ رہی ہیں- جب دونوں فوجیں صف بندی کر کے آمنے سامنے آ گئیں تو اللہ کی قدرت و حکمت سے مسلمان کافروں کو بہت کم نظر آنے لگے اور کافر مسلمانوں کی نگاہ میں کم جچنے لگے' اس پر کافروں نے قہقہہ لگایا کہ دیکھو مسلمان کیسے مذہبی دیوانے ہیں؟ مٹھی بھر آدمی ہم ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا رہے ہیں' ابھی کوئی دم میں ان کا چورا ہو جائے گا' پہلے ہی حملے میں وہ چوٹ کھائیں گے کہ سر ہلاتے رہ جائیں- رب العالمین فرماتا ہے' انہیں نہیں معلوم کہ یہ متوکلین کا گروہ ہے' ان کا بھروسہ اس پر ہے جو غلبہ کا مالک ہے' حکمت کا مالک ہے' اللہ کے دین کی سختی مسلمانوں میں محسوس کر کے کافروں کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ انہیں مذہبی دیوانگی ہے' دشمن الٰہی ابوجہل ملعون ٹیلے کے اوپر سے جھانک کر اللہ والوں کی کمی اور بے سروسامانی دیکھ کر گدھے کی طرح پھول گیا اور کہنے لگا' لو آج ہم نے میدان مار لیا ہے' بس آج سے اللہ کی عبادت کرنے والوں سے زمین خالی نظر آئے گی' ابھی ہم ان میں سے ایک ایک کے دو دو کر کے رکھ دیں گے- ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین میں طعنے دینے والے مکہ کے منافق تھے- عامر کہتے ہیں' یہ چند لوگ تھے جو زبانی مسلمان ہوئے تھے لیکن آج بدر کے میدان میں مشرکوں کے ساتھ تھے' انہیں مسلمانوں کی کمی اور کمزوری دیکھ کر تعجب معلوم ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو مذہبی فریب خوردہ ہیں-

مجاہدؒ کہتے ہیں' یہ قریش کی ایک جماعت تھی- قیس بن ولید بن مغیرہ' ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ' حارث بن زمعہ بن اسود بن عبدالمطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن یہ متردد تھے اور اسی میں رکے ہوئے تھے- یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے' یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شوکت و شان والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے؟-

حسنؒ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں نہیں آئے تھے' ان کا نام منافق رکھ دیا گیا' کہتے ہیں کہ یہ قوم اسلام کا اقرار کرتی تھی لیکن مشرکوں کی رو میں بہہ کر یہاں چلی آئی- یہاں آ کر مسلمانوں کا قلیل سا لشکر دیکھ کر انہوں نے یہ کہا- جناب باری جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جو اس مالک الملک پر بھروسہ کرے' اسے وہ ذی عزت کر دیتا ہے کیونکہ عزت اس کی لونڈی ہے' غلبہ اس کا غلام ہے' وہ بلند جناب ہے' وہ بڑا ذی شان ہے' وہ سچا سلطان ہے' وہ حکیم ہے' اس کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں' وہ ہر چیز کو اس کی ٹھیک جگہ رکھتا ہے' مستحقین امداد کی وہ مدد فرماتا ہے اور مستحقین ذلت کو وہ ذلیل کرتا ہے' وہ سب کو خوب جانتا ہے-

وَلَوْ تَرَىٰٓ اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾

کاش کہ تو دیکھتا جب کہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں‘ ان کے منہ پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں کہ تم جلنے کا عذاب چکھو ○ یہ بہ سبب ان کاموں کے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی بھیج رکھا ہے اور بیشک اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ○

کفار کے لئے سکرات موت کا وقت بڑا اشدید ہے: ☆☆ (آیت: ۵۰-۵۱) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کاش اے پیغمبر دیکھتا کہ فرشتے کس بری طرح کافروں کی روح قبض کرتے ہیں‘ وہ اس وقت ان کے چہروں اور کمروں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں‘ آگ کا عذاب اپنی بداعمالیوں کے بدلے چکھو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بھی بدر کے دن کا ہے کہ سامنے سے ان کافروں کے چہروں پر تلواریں پڑتی تھیں اور جب بھاگتے تھے تو پیٹھ پر وار پڑتے تھے‘ فرشتے ان کا خوب بھرتہ بنا رہے تھے۔

ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا‘ میں نے ابوجہل کی پیٹھ پر کانٹوں کے نشان دیکھے ہیں آپ نے فرمایا ہاں یہ فرشتوں کی مار کے نشان ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے ساتھ مخصوص تو نہیں‘ الفاظ عام ہیں اور ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے۔ سورہ قتال (محمد) میں بھی اس بات کا بیان ہوا ہے اور سورہ انعام کی آیت وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ‘ میں بھی اس کا بیان مع تفسیر گذر چکا ہے۔ چونکہ یہ نافرمان لوگ تھے‘ ان کی موت کے وقت فرشتوں کے ہاتھ ان کی جانب بڑھے ہوئے ہوتے ہیں‘ وہ انہیں خوب مارتے ہیں‘ ان کی روحیں اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے بدن میں چھپتی پھرتی ہیں جنہیں فرشتے جبراً نکالتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تیرے لئے اللہ کا غضب ہے اور عذاب الٰہی ہے جیسے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس بری حالت میں سکرات موت کے وقت جب کہ کافر کے پاس ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں تو فرماتے ہیں اے خبیث روح چل گرم ہواؤں‘ گرم پانی اور گرم سائے کی طرف‘ پس وہ روح بدن میں چھپتی پھرتی ہے‘ آخر اسے جبراً گھسیٹا جاتا ہے‘ جس طرح کسی زندہ شخص کی کھال کو اتارا جائے‘ اسی کے ساتھ رگیں اور پٹھے بھی آ جاتے ہیں‘ فرشتے اس سے کہتے ہیں‘ اب جلنے کا مزہ چکھو‘ یہ تمہاری دنیوی بداعمالی کی سزا ہے‘ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں‘ وہ تو عادل حاکم ہے‘ برکت وبلندی‘ غنا‘ پاکیزگی والا بزرگ اور تعریفوں والا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے کہ میرے بندو‘ میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر دیا ہے‘ پس آپس میں کوئی کسی پر ظلم وستم نہ کرے‘ میرے غلامو! میں تو صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال ہی کو گھیرے ہوئے ہوں‘ بھلائی پا کر میری تعریفیں کرو اور اس کے سوا کچھ اور دیکھو تو اپنے تئیں ہی ملامت کرو۔

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾

مثل فرعونیوں کے حال کے اور ان سے اگلوں کے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے کفر کیا' پس اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑ لیا' اللہ تعالیٰ یقیناً قوت والا اور سخت عذاب والا ہے ○ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی اور یہ کہ اللہ سننے جاننے والا ہے ○ مثل حالت فرعونیوں کے اور ان کے پہلے کے لوگوں کے کہ انہوں نے اپنے رب کی باتیں جھٹلائیں' پس ان کے گناہوں کے باعث ہم نے انہیں برباد کیا اور فرعونیوں کو ڈبو دیا اور یہ سارے ستم گار تھے ○ تمام جانداروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کریں' پھر وہ ایمان نہ لائیں ○

کفار اللہ کے ازلی دشمن ہیں: ☆☆ (آیت:۵۲) ان کافروں نے بھی تیرے ساتھ وہی کیا جو ان سے پہلے کافروں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا۔ پس ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ہم نے ان سے گزشتہ لوگوں کے ساتھ کیا تھا جو ان ہی جیسے تھے' مثلاً فرعونی اور ان سے پہلے کے لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات کو نہ مانا جس کے باعث اللہ کی پکڑ ان پر آ گئی' تمام قوتیں اللہ ہی کی ہیں اور اس کے عذاب بھی بھاری ہیں' کوئی نہیں جو اس پر غالب آ سکے اور کوئی نہیں جو اس سے بھاگ سکے۔

اللہ ظالم نہیں' لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں: ☆☆ (آیت:۵۳-۵۴) اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی نعمتیں گناہوں سے پہلے نہیں چھینتا۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے' اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی ان باتوں کو نہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہیں' جب وہ کسی قوم کی برائیوں کی وجہ سے انہیں برائی پہنچانا چاہتا ہے تو اس کے ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا' نہ اس کے پاس کوئی حمایتی کھڑا ہو سکتا ہے۔ تم دیکھ لو کہ فرعونیوں اور ان جیسے ان سے گزشتہ لوگوں کے ساتھ بھی یہی ہوا' انہیں اللہ نے اپنی نعمتیں دیں' وہ سیاہ کاریوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے باغات' چشمے' کھیتیاں' خزانے' محلات اور نعمتیں جن میں وہ مست ہو رہے تھے' سب چھین لیں' اس بارے میں انہوں نے اپنا بُرا خود کیا' اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

زمین کی بدترین مخلوق وعدہ خلاف کفار ہیں: ☆☆ (آیت:۵۵) زمین پر جتنے بھی چلتے پھرتے ہیں' ان سب سے بدتر اللہ کے نزدیک بے ایمان کافر ہیں جو عہد کر کے توڑ دیتے ہیں' ادھر قول و قرار کیا' ادھر پھر گئے' ادھر قسمیں کھائیں' ادھر توڑ دیں' نہ اللہ کا خوف نہ گناہ کا کھٹکا' پس جو ان پر لڑائی میں غالب آ جائے تو ایسی سزا کے بعد آنے والوں کو بھی عبرت حاصل ہو' وہ بھی خوف زدہ ہو جائیں پھر ممکن ہے کہ اپنے ایسے کرتوت سے باز رہیں۔

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآىِٕنِيْنَ ﴿۵۸﴾

ع ۷

جن سے تو نے عہد و پیمان کر لیا' پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمان کو ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے ○ پس جب کبھی تو لڑائی میں ان پر غالب آ جائے' انہیں ایسی مار مار کہ ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں' ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کریں ○ اور اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو پھر برابری کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے' اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ○

اللہ تعالیٰ خائنوں کو پسند نہیں فرماتا: ☆☆ (آیت: ۵۸) اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ اے نبیؐ اگر کسی سے تمہارا عہد و پیمان ہوا ہو اور تمہیں خوف ہو کہ یہ بدعہدی اور وعدہ خلافی کریں گے تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ برابری کی حالت میں عہد نامہ توڑ دو اور انہیں اطلاع کر دو تا کہ وہ بھی صلح کے خیال میں نہ رہیں' کچھ دن پہلے ہی سے انہیں خبر دو' اللہ خیانت کو ناپسند فرماتا ہے' کافروں سے بھی تم خیانت نہ کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکریوں کی روم کی سرحد کی طرف پیش قدمی شروع کی کہ مدت صلح ختم ہوتے ہی ان پر اچانک حملہ کر دیں تو ایک شیخ اپنی سواری پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے' وعدہ وفائی کرو' غدر درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب کسی قوم سے عہد و پیمان ہو جائیں تو نہ کوئی گرہ کھولو نہ باندھو' جب تک کہ مدت صلح ختم نہ ہو جائے' یا انہیں اطلاع دے کر عہد نامہ چاک نہ ہو جائے' جب یہ بات حضرت معاویہؓ کو پہنچی تو آپ نے اسی وقت فوج کو واپسی کا حکم دے دیا' یہ شیخ حضرت عمرو بن عنبسہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شہر کے قلعے کے پاس پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا' تم مجھے بلاؤ' میں تمہیں بلاؤں گا جیسے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو انہیں بلاتے دیکھا ہے' پھر فرمایا میں بھی انہی میں سے ایک شخص تھا' پس مجھے اللہ عزوجل نے اسلام کی ہدایت کی' اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو جو ہمارا حق ہے' وہی تمہارا حق ہوگا اور جو ہم پر ہے' تم پر بھی وہی ہوگا اور اگر تم اسے نہیں مانتے تو ذلت کے ساتھ تمہیں جزیہ دینا ہوگا' اسے بھی قبول نہ کرو تو ہم تمہیں ابھی سے مطلع کرتے ہیں جبکہ ہم تم برابری کی حالت میں ہیں' اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا' تین دن تک انہیں اسی طرح دعوت دی' آخر چوتھے روز صبح ہی حملہ کر دیا' پھر اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور مدد بھی فرمائی۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴿٦٠﴾

کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے' یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے ○ اور تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی' کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا' اوروں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے' اللہ انہیں خوب جان رہا ہے اور تم جو کچھ بھی راہ اللہ میں خرچ کرو گے' وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا ○

کفار کے مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار رہو: ☆☆ (آیت: ۵۹-۶۰) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہم سے بھاگ نکلے' اب ہم ان کی پکڑ پر قادر نہیں' بلکہ وہ ہر وقت ہمارے قبضۂ قدرت میں ہیں' وہ ہمیں عاجز نہیں کر سکتے۔ اور آیت میں ہے برائیاں کرنے والے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔ فرماتا ہے' کافر ہمیں یہاں عاجز نہیں کر سکتے' وہاں ان کا ٹھکانہ آگ ہے جو بدترین جگہ ہے۔ اور فرمان ہے' کافروں کا شہروں میں آنا جانا' چلنا پھرنا کہیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے' یہ تو سب آنی جانی چیزیں ہیں' ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو

بدترین گودہ ہے- پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی طاقت وامکان کے مطابق ان کفار کے مقابلے کے لئے ہر وقت مستعد رہو' جو قوت' طاقت' گھوڑے' لشکر رکھ سکتے ہو' موجود رکھو- مسند میں ہے کہ حضورؐ نے منبر پر قوت کی تفسیر تیراندازی سے کی اور دو مرتبہ یہی فرمایا' تیراندازی کیا کرو' سواری کیا کرو اور تیراندازی گھوڑسواری سے بہتر ہے-

ابو ہریرہؓ کہتے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کے پالنے والے تین قسم کے ہیں- ایک تو اجر وثواب پانے والے' ایک نہ تو ثواب نہ عذاب پانے والے' ایک عذاب بھگتنے والے- جو جہاد کے ارادے سے پالے' اس کے گھوڑے کا چلنا پھرنا' چرنا چگنا باعث ثواب ہے یہاں تک کہ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر کہیں چڑھ جائے تو بھی اس کے قدموں کے نشانات اور اس کی لید پر اسے نیکیاں ملتی ہیں' کسی نہر پر گذرتے ہوئے وہ پانی پی لے اگرچہ مجاہد نے پلانے کا ارادہ نہ بھی کیا ہو' تاہم اسے نیکیاں ملتی ہیں' پس یہ گھوڑا تو اس کے پالنے والے کے لئے بڑے اجر وثواب کا ذریعہ ہے- اور جس شخص نے گھوڑا اس نیت سے پالا کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہو جائے' پھر اللہ کا حق بھی اس کی گردن اور اس کی سواری میں نہیں بھولا' یہ اس کے لئے جائز ہے یعنی نہ اسے اجر نہ اسے گناہ- تیسرا وہ شخص جس نے فخر وریا کے طور پر پالا اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے وہ اس کے ذمے وبال ہے اور اس کی گردن پر بوجھ ہے- آپ سے دریافت کیا گیا کہ اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا' اس کے بارے میں کوئی آیت تو اتری نہیں' ہاں یہ جامع عام آیت موجود ہے کہ جو شخص ایک ذرے کے برابر نیکی کرے گا' وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرے کے برابر بھی برائی کرے گا' وہ اسے دیکھ لے گا' یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے- اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں' گھوڑے تین طرح کے ہیں' رحمان کے' شیطان کے اور انسان کے' اس میں ہے کہ شیطانی گھوڑے دو ہیں' جو گھڑ دوڑ کی شرطیں لگانے اور جوئے بازی کرنے کے لئے ہوں' اکثر علماء کا قول ہے کہ تیراندازی' گھوڑسواری سے افضل ہے جبکہ امام مالک اس کے خلاف ہیں لیکن جمہور کا قول قوی ہے کیونکہ حدیث میں آ چکا ہے-

حضرت معاویہ بن خدیج حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اس وقت وہ اپنے گھوڑے کی خدمت کر رہے تھے' پوچھا تمہیں یہ گھوڑا کیا کام آتا ہے؟ فرمایا' میرا خیال ہے کہ اس جانور کی دعا میرے حق میں قبول ہوگی' کہا جانور اور دعا؟ فرمایا ہاں اللہ کی قسم ہر گھوڑا ہر صبح دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تو نے مجھے بندوں میں سے ایک کے حوالے کیا ہے تو تو مجھے اس کی تمام اہل سے اور مال سے اور اولاد سے زیادہ محبوب بنا کر اس کے پاس رکھ- ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ہر عربی گھوڑے کو ہر صبح دو دعائیں کرنے کی اجازت ملتی ہے- آپ فرماتے ہیں' گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے- گھوڑوں والے اللہ کی مدد میں ہیں' اسے نیک نیتی سے جہاد کے ارادے سے پالنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہر وقت ہاتھ بڑھا کر خیرات کرتا رہے- اور بھی احادیث اس بارے میں بہت سی ہیں-

صحیح بخاری شریف میں بھلائی کی تفصیل ہے کہ اجر اور غنیمت- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اس سے تمہارے دشمن خوف زدہ اور ہیبت خوردہ رہیں گے' ان ظاہری مقابلے کے دشمنوں کے علاوہ اور دشمن بھی ہیں یعنی بنو قریظہ' فارس اور محلوں کے شیاطین- ایک مرفوع حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس سے مراد جنات ہیں- ایک منکر حدیث میں ہے' جس گھر میں کوئی آزاد گھوڑا ہو' وہ گھر کبھی بدنصیب نہیں ہوگا لیکن اس روایت کی نہ تو سند ٹھیک ہے نہ یہ صحیح ہے اور اس سے مراد منافق بھی لیا گیا ہے اور یہی قول زیادہ مناسب بھی ہے جیسے فرمان الٰہی ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ الخ' تمہارے چاروں طرف دیہاتی اور شہری منافق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے لیکن ہم ان سے خوب واقف ہیں- پھر ارشاد ہے کہ جہاد میں جو کچھ تم خرچ کرو گے' اس کا پورا بدلہ پاؤ گے- ابوداؤد میں ہے ایک درہم کا ثواب سات سو گنا کر

کے ملے گا جیسے کہ آیت مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ الخ' میں ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' پہلے تو رسول اللہ ﷺ صرف مسلمانوں کو ہی خیرات صدقات دینے کا حکم دیا کرتے تھے جب یہ آیت وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ الخ' اتری تو آپ نے فرمایا کہ وہ جو بھی سوال کرے چاہے وہ کسی دین کا ہو' اس کے ساتھ حسن سلوک کرو لیکن یہ روایت غریب ہے اور ابن ابی حاتم نے اسے روایت کیا ہے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۚ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۚ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۚ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ پر بھروسہ رکھ' یقیناً وہ بہت سننے جاننے والا ہے ○ اگر وہ تجھ سے دغا بازی کرنا چاہیں گے تو اللہ تجھے کافی ہے۔ اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے تیری تائید کی ہے ○ ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے۔ زمین میں جو کچھ ہے' تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا۔ یہ تو اللہ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے۔ وہ عزتوں حکمتوں والا ہے ○

جس قوم سے بدعہدی کا خوف ہو انہیں آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر دو: ☆☆ (آیت: ۶۱-۶۳) فرمان ہے کہ جب کسی قوم کی خیانت کا خوف ہو تو برابری سے آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر ڈالو' لڑائی کی اطلاع کر دو۔ اس کے بعد اگر وہ لڑائی پر آمادگی ظاہر کریں تو اللہ پر بھروسہ کر کے جہاد شروع کر دو اور اگر وہ پھر صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم پھر صلح وصفائی کر لو۔ اسی آیت کی تعمیل میں حدیبیہ والے دن رسول کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے نو سال کی مدت کے لئے صلح کر لی جو شرائط کے ساتھ طے ہوئی۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا' عنقریب اختلاف ہوگا اور بہتر یہ ہے کہ ہو سکے تو صلح ہی کر لینا (مسند امام احمد) مجاہد کہتے ہیں' یہ بنو قریظہ کے بارے میں اتری ہے لیکن یہ محل نظر ہے۔ سارا قصہ بدر کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا خیال ہے کہ سورہ براۃ کی آیت سیف قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ الخ' سے منسوخ ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے کیونکہ اس آیت میں جہاد کا حکم طاقت واستطاعت پر ہے لیکن دشمنوں کی زیادتی کے وقت ان سے صلح کر لینا بلاشک وشبہ جائز ہے جیسے کہ اس آیت میں ہے اور جیسے کہ حدیبیہ کی صلح اللہ کے رسول ﷺ نے کی۔ پس اس کے بارے میں کوئی نص اس کے خلاف یا خصوصیت یا منسوخیت کی نہیں آئی۔ واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے' اللہ پر بھروسہ رکھ' وہی تجھے کافی ہے' وہی تیرا مددگار ہے۔ اگر یہ دھوکہ بازی کر کے کوئی فریب دینا چاہتے ہیں اور اس درمیان میں اپنی شان وشوکت اور آلات جنگ بڑھانا چاہتے ہیں تو تو بے فکر رہ۔ اللہ تیرا طرف دار ہے وہ تجھے کافی ہے۔ اس کے مقابلے کا کوئی نہیں۔ پھر اپنی ایک اعلیٰ نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ مہاجرین وانصار نے صرف میرے فضل سے تیری تائید کی۔ انہیں تجھ پر ایمان لانے' تیری اطاعت کرنے کی توفیق دی۔ تیری مدد اور تیری نصرت پر انہیں آمادہ کیا۔ اگرچہ تو روئے زمین کے تمام خزانے خرچ کر ڈالتا لیکن ان میں وہ الفت ومحبت پیدا نہ کر سکتا جو اللہ نے خود کر دی۔ ان کی صدیوں پرانی عداوتیں دور کر دیں۔ اوس وخزرج انصار کے دونوں قبیلوں میں

جاہلیت میں آپس میں خوب تلوار چلا کرتی تھی۔ نور ایمان نے اس عادت کو محبت سے بدل دیا۔ جیسے قرآن کا بیان ہے کہ اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دل ملا دیئے اور اپنے فضل سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا' تم جہنم کے کنارے تک پہنچ گئے تھے لیکن اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لئے اسی طرح اپنی باتیں بیان فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا کہ اے انصاریو' کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں پا کر اللہ کی عنایت سے تمہیں راہ راست نہیں دکھائی؟ کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے امیر کر دیا۔ جدا جدا نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دل ملا دیئے۔ آپ کی ہر بات پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ اور اس کے رسول کا اس سے بھی زیادہ احسان ہم پر ہے۔

الغرض اپنے اس انعام و اکرام کو بیان فرما کر اپنی عزت و حکمت کا اظہار کیا کہ وہ بلند جناب ہے۔ اس سے امید رکھنے والا نا امید نہیں رہتا۔ اس پر توکل کرنے والا سرسبز رہتا ہے۔ وہ اپنے کاموں میں' اپنے حکموں میں حکیم ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اس سے قرابت داری کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جب نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے۔ جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تو روئے زمین کے خزانے بھی ختم کر دیتا تو تیرے بس میں نہ تھا کہ ان کے دل ملا دے۔ شاعر کہتا ہے' تجھ سے دھوکا کرنے والا' تجھ سے بے پرواہی برتنے والا تیرا رشتے دار نہیں بلکہ تیرا حقیقی رشتے دار وہ ہے جو تیری آواز پر لبیک کہے اور تیرے دشمنوں کی سرکوبی میں تیرا ساتھ دے۔ اور شاعر کہتا ہے' میں نے تو خوب مل جل کر آزما کر دیکھ لیا کہ قرابت داری سے بھی بڑھ کر دلوں کا میل جول ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں' ان کی یہ محبت راہ حق میں تھی۔ توحید و سنت کی بنا پر تھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' رشتے داریاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب اللہ کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں' انہیں کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت فرمائی۔

عبدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں' میری حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ جب دو شخص اللہ کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں' ایک دوسرے سے خندہ پیشانی سے ہاتھ ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے' میں نے کہا' یہ کام تو بہت آسان ہے' فرمایا یہ نہ کہو' یہی الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری فرماتا ہے' اگر تو روئے زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دے۔ ان کے اس فرمان سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھدار ہیں۔

ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں' میں نے حضرت مجاہد سے سنا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا' صرف مصافحہ ہی سے؟ تو آپ نے فرمایا' کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت کی۔ تو حضرت ولید نے فرمایا' تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو۔ عمیر بن اسحاقؒ کہتے ہیں' سب سے پہلی چیز جو لوگوں میں سے اٹھ جائے گی' وہ الفت و محبت ہے۔ طبرانی میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے ہوا سے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گو وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

ع٦

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٦٦﴾

اے نبی تجھے اللہ کافی ہے اور وہ مومن جو تیری پیروی کر رہے ہیں ○ اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلا' اگر تم میں سے بیس بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب رہیں گے' اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں ○ اچھا اب اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں ناتوانی ہے' پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے' اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر چرب رہیں گے' اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ○

ایک غازی دس کفار پہ بھاری: ☆☆ (آیت: ۶۴-۶۶) اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انہیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انہیں دشمنوں پر غالب کرے گا چاہے وہ ساز و سامان اور افرادی قوت میں زیادہ ہوں' ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سر و سامان اور مٹھی بھر ہوں۔ فرماتا ہے' اللہ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے' وہی کافی ہیں۔ پھر اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو۔ حضورؐ صف بندی کے وقت' مقابلے کے وقت برابر فوجوں کا دل بڑھاتے۔ بدر کے دن فرمایا' اٹھو اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی ہے۔ حضرت عمیر بن حمام کہتے ہیں' اتنی چوڑی؟ فرمایا ہاں ہاں اتنی ہی' اس نے کہا واہ واہ' آپ نے فرمایا یہ کس ارادے سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ مجھے بھی جنتی کر دے۔ آپ نے فرمایا میری پیشین گوئی ہے کہ تو جنتی ہے۔ وہ اٹھتے ہی دشمن کی طرف بڑھتے ہیں۔ اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں۔ کچھ کھجوریں جو پاس ہیں کھانی شرع کرتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں جتنی دیر میں انہیں کھاؤں' اتنی دیر تک بھی اب یہاں ٹھہرنا مجھ پر شاق ہے' انہیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جوہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہوئے راہ حق میں شہید ہو جاتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ و رضاہ۔ ابن المسیب اور سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں' یہ آیت حضرت عمرؓ کے اسلام کے وقت اتری جب کہ مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی۔ لیکن اس میں ذرا نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت عمرؓ کے اسلام کا واقعہ مکہ شریف کا ہے۔ حبشہ کی ہجرت کے بعد کا اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا ہے کہ تم میں سے بیس ان کافروں میں سے دو سو پر غالب آئیں گے۔ ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے غرض ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے کا ہے۔ پھر حکم

منسوخ ہو گیا لیکن بشارت باقی ہے۔ جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گذرا' ایک دس کے مقابلے سے ذرا جھجکا تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور فرمایا کہ اب اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا۔ لیکن جتنی تعداد کم ہوئی' اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا۔ پہلے حکم تھا کہ بیس مسلمان دو سو کافروں سے پیچھے نہ ہٹیں۔ اب یہ ہو کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دو سو سے نہ بھاگیں۔ پس گرانی گذرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر اللہ نے تخفیف کر دی۔ پس دگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق نہیں۔ ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں' یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اتری ہے' حضورؐ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا' پہلا حکم اٹھ گیا۔ (مستدرک حاکم)

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ع ۵

نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہئیں جب تک کہ ملک میں اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے۔ تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے۔ اللہ ہے زور آور باحکمت ○ اگر پہلے ہی سے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے' اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی ○ پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے' خوب کھاؤ پیو' اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے ○

اسیران بدر اور مشورہ: ☆☆ (آیت: ۶۷-۶۹) مسند امام احمد میں ہے' بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول مقبول ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ لیا کہ اللہ نے انہیں تمہارے قبضے میں دے دیا ہے۔ بتاؤ کیا ارادہ ہے؟ حضرت عمرؓ بن خطاب نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ان کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ آپ نے ان سے منہ پھیر لیا۔ پھر فرمایا اللہ نے تمہارے بس میں کر دیا ہے۔ یہ کل تک تمہارے بھائی بند ہی تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر اپنا جواب دوہرایا۔ آپ نے پھر منہ پھیر لیا اور پھر وہی فرمایا۔ اب کی دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ ہماری رائے میں تو آپ ان کی خطا سے درگذر فرمائیے اور انہیں فدیہ لے کر آزاد کیجئے۔ اب آپ کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے۔ عفو عام کر دیا اور فدیہ لے کر سب کو آزاد کر دیا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ اسی سورت کے شروع میں ابن عباسؓ کی روایت گذر چکی ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن آپؐ نے دریافت فرمایا کہ ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ' یہ آپ کی قوم کے ہیں' آپ والے ہیں۔ انہیں زندہ چھوڑا جائے۔ ان سے توبہ کرالی جائے۔ کیا عجب کہ کل اللہ کی ان پر مہربانی ہو جائے لیکن حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ یہ آپ کو جھٹلانے والے' آپ کو نکال دینے والے ہیں' حکم دیجئے کہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا' یا رسول اللہ اسی میدان میں درخت بکثرت ہیں۔ آگ لگوا دیجئے۔ اور انہیں جلا دیجئے۔ آپ خاموش ہو رہے۔ کسی کو کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر تشریف لے گئے۔ لوگوں میں بھی ان تینوں بزرگوں کی رائے کا ساتھ دینے والے ہو گئے۔ اتنے میں آپ پھر تشریف لائے اور فرمانے لگے' بعض دل نرم ہوتے ہوتے دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض دل

سخت ہوتے ہوتے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں - اے ابوبکر تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ میرے تابعدار تو میرے ہیں ہی لیکن مخالف بھی تیری معافی اور بخشش کے ماتحت ہیں اور تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جو کہیں گے یا اللہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے اور اے عمرؓ تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم پر بددعا کی کہ یا اللہ زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا باقی نہ رکھ - سنو تمہیں اس وقت احتیاج ہے' ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بغیر فدیے کے رہا نہ ہو ورنہ ان کی گردنیں ماری جائیں - اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ سہیل بن بیضا کو اس سے مخصوص کر لیا جائے اس لئے کہ وہ اسلام کا ذکر کیا کرتا تھا - اس پر حضورؐ خاموش ہو گئے - واللہ میں سارا دن خوف زدہ رہا کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مگر سہیل بن بیضا' اسی کا ذکر اس آیت میں ہے یہ حدیث ترمذی' مسند احمد وغیرہ میں ہے - ان قیدیوں میں عباس بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا - انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں' آپ کو بھی یہ حال معلوم تھا آپ نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی - اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا' اگر آپ اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں - آپ نے اجازت دی - حضرت عمرؓ انصار کے پاس آئے اور کہا کہ عباس کو چھوڑ دو - انہوں نے جواب دیا واللہ ہم اسے نہ چھوڑیں گے - آپ نے فرمایا گو رسول اللہ ﷺ کی رضامندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا اگر ایسا ہے تو آپ انہیں لے جائیے - ہم نے بخوشی چھوڑا - اب حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ عباسؓ مسلمان ہو جاؤ - واللہ تمہارے اسلام لانے سے مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے بھی زیادہ خوشی ہوگی - اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے اسلام لانے سے خوش ہو جائیں گے - ان قیدیوں کے بارے میں حضورؐ نے ابوبکرؓ سے مشورہ لیا تو آپ نے تو فرمایا' یہ سب ہمارے ہی کنبے قبیلے کے لوگ ہیں - انہیں چھوڑ دیجئے - حضرت عمرؓ سے جب مشورہ لیا تو آپ نے جواب دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے - آخر آپ نے فدیہ لے کر انہیں آزاد کیا -

حضرت علیؓ فرماتے ہیں' حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے صحابہؓ کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں سے ایک کو پسند کر لیں - اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں اور اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی شہید ہوں گے - صحابہؓ نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے (ترمذی' نسائی وغیرہ) لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے - ان بدری قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے صحابیو! اگر چاہو تو انہیں قتل کر دو اور اگر چاہو ان سے زر فدیہ وصول کر کے انہیں رہا کر دو لیکن اس صورت میں اتنے ہی آدمی تمہارے شہید کئے جائیں گے - پس ان ستر شہیدوں میں سب سے آخر حضرت ثابت بن قیس تھے جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے - رضی اللہ عنہ یہ روایت حضرت عبیدہ سے مرسلاً بھی مروی ہے - فاللہ اعلم - اگر پہلے ہی سے اللہ کی کتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت حلال نہ لکھا ہوا ہوتا اور جب تک ہم بیان نہ فرما دیں تب تک عذاب نہیں کیا کرتے - ایسا دستور ہمارا نہ ہوتا تو جو مال فدیہ تم نے لیا' اس پر تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا' اسی طرح پہلے سے اللہ طے کر چکا ہے کہ کسی بدری صحابی کو وہ عذاب نہیں کرے گا - ان کے لئے مغفرت کی تحریر ہو چکی ہے - ام الکتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت کی حلت لکھی جا چکی ہے - پس مال غنیمت تمہارے لئے حلال طیب ہے' شوق سے کھاؤ پیو اور اپنے کام میں لاؤ - پہلے لکھا جا چکا تھا کہ اس امت کے لئے یہ حلال ہے - یہی قول امام ابن جریرؒ کا پسندیدہ ہے اور اس کی شہادت بخاری و مسلم کی حدیث سے ملتی ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں و مہینے بھر کے فاصلے تک میری مدد رعب سے کی گئی - میرے لئے مسجد پاکی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی' مجھ پر غنیمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں' مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی - ہر نبی خاصتہً اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا لیکن میں عام لوگوں کی طرف پیغمبر

بنا کر بھیجا گیا ہوں - آپؐ فرماتے ہیں' کسی سیاہ سر والے انسان کے لئے میرے سوا غنیمت حلال نہیں کی گئی - پس صحابہؓ نے ان بدری قیدیوں سے فدیہ لیا - ابوداؤد میں ہے' ہر ایک سے چار سو کی رقم بطور تاوان جنگ کے وصول کی گئی - پس جمہور علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ امام وقت کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قیدی کفار کو قتل کر دے' جیسے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کے ساتھ حضورؐ نے کیا - اگر چاہے بدلے کا مال لے کر انہیں چھوڑ دے جیسے کہ بدری قیدیوں کے ساتھ حضورؐ نے کیا یا مسلمان قیدیوں کے بدلے چھوڑ دے جیسے کہ حضور ﷺ نے قبیلہ سلمہ بن اکوع کی ایک عورت اور اس کی لڑکی کو مشرکوں کے پاس جو مسلمان قیدی تھی' ان کے بدلے میں دیا اور اگر چاہے انہیں غلام بنا کر رکھے - یہی مذہب امام شافعیؒ کا اور علماء کرام کی ایک جماعت کا ہے - گو اوروں نے اس کا خلاف بھی کیا ہے - یہاں اس کی تفصیل کی جگہ نہیں -

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اے نبی اپنے ہاتھ تلے کے قیدیوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا اور پھر گناہ بھی معاف فرمائے گا - اللہ بخشنے والا مہربان ہے ہی ○ اور اگر وہ تجھ سے خیانت کا خیال کریں گے تو یہ تو اس سے پہلے خود اللہ کی خیانت بھی کر چکے ہیں - آخر اس نے انہیں گرفتار کرا دیا - اللہ علم والا حکمت والا ہے ○

فدیہ طے ہو گیا: ☆☆ (آیت: ۷۰-۷۱) بدر والے دن آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ بعض بنو ہاشم وغیرہ زبردستی اس لڑائی میں نکالے گئے ہیں - انہیں ہم سے لڑائی کرنے کی خواہش نہ تھی - پس بنو ہاشم کو قتل نہ کرنا - ابوالبختری بن ہشام کو بھی قتل نہ کیا جائے - عباس بن عبدالمطلب کو بھی قتل نہ کیا جائے - اسے بھی با دل نخواستہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ کھینچا ہے - اس پر ابوحذیفہ بن عتبہ نے کہا کہ کیا ہم اپنے باپ دادوں کو اپنے بچوں کو اپنے بھائیوں کو اور اپنے کنبے قبیلے کو تو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں؟ واللہ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اس کی گردن ماروں گا - جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا' اے ابوحفصہ کیا رسول اللہ (ﷺ) کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جائے گی؟ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں' یہ پہلا موقعہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت سے مجھے یاد فرمایا - حضرت عمرؓ نے فرمایا' یا رسول اللہؐ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابوحذیفہ کی گردن اڑا دوں - واللہ وہ تو منافق ہو گیا - حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' واللہ مجھے اپنے اس دن کے قول کا کھٹکا آج تک ہے میں اس سے ابھی تک ڈر ہی رہا ہوں' میں تو اس دن چین پاؤں گا جس دن اس کا کفارہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ میں راہ حق میں شہید کر دیا جاؤں -

چنانچہ جنگ یمامہ میں آپ شہید ہوئے - رضی اللہ عنہ و رضاء - ابن عباسؓ کہتے ہیں' جس دن بدری قیدی گرفتار ہو کر آئے' رسول اللہ ﷺ کو اس رات نیند نہ آئی - صحابہؓ نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا' میرے چچا کی آہ و بکا کی آواز میرے کانوں میں ان قیدیوں میں سے آ رہی ہے - صحابہؓ نے اسی وقت ان کی قید کھول دی - تب آپ کو نیند آئی - انہیں ایک انصاری صحابیؓ نے گرفتار کیا تھا - یہ بہت مالدار تھے - انہوں نے سو اوقیہ سونا اپنے فدیے میں دیا - بعض انصاریوں نے سرکار نبوتؐ میں گزارش بھی کی کہ ہم چاہتے ہیں' اپنے بھانجے عباس کو بغیر

کوئی زرفدیہ لئے آزاد کر دیں لیکن مساوات کے علم بردار ﷺ نے فرمایا ایک چونی بھی کم نہ لینا۔ پورا فدیہ لو۔ قریش نے فدیے کی رقمیں دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں تو مسلمان ہی تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے۔ اگر یہ تمہارا قول صحیح ہے تو اللہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر ہیں اس لئے آپ اپنا فدیہ ادا کیجئے بلکہ اپنے دونوں بھتیجوں کا بھی۔ نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنو حارث بن فہر کے قبیلے سے ہے انہوں نے کہا کہ یارسول اللہؐ میرے پاس تو اتنا مال نہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ مال کہاں گیا جو تم نے اور ام الفضل نے زمین میں دفنایا ہے اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں اپنے اس سفر میں کامیاب رہا تو یہ مال بنو الفضل اور عبداللہ اور قثم کا ہے؟ اب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ واللہ میرا علم ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسولؐ ہیں۔ اس مال کو بجز میرے اور ام الفضل کے کوئی نہیں جانتا۔ اچھا یوں کیجئے میرے پاس سے بیس اوقیہ سونا آپ کے لشکریوں کو ملا ہے۔ اسی کو میرا زرفدیہ سمجھ لیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا ہرگز نہیں وہ مال تو ہمیں اللہ نے اپنے فضل سے دلوا ہی دیا۔ چنانچہ اب آپ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا۔ اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اگر تم میں بھلائی ہے تو اللہ اس سے بہتر بدلہ دے گا۔ حضرت عباسؓ کا بیان ہے کہ اللہ کا یہ فرمان پورا ہوا اور ان بیس اوقیہ کے بدلے مجھے اسلام میں اللہ نے بیس غلام دلوائے جو سب کے سب مالدار تھے۔ ساتھ ہی مجھے اللہ عزوجل کی مغفرت کی بھی امید ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ میں نے اپنے اسلام کی خبر حضورؐ کو دی اور کہا کہ میرے بیس اوقیہ کا بدلہ مجھے دلوائے جو مجھ سے لئے گئے ہیں۔ آپ نے انکار کیا۔ الحمدللہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور آپ کے ساتھیوں نے حضورؐ سے کہا تھا کہ ہم تو آپ کی وحی پر ایمان لا چکے ہیں آپ کی رسالت کے گواہ ہیں ہم اپنی قوم میں آپ کی خیرخواہی کرتے رہے اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ دلوں کے حال سے واقف ہے۔ جس کے دل میں نیکی ہوگی اس سے جو لیا گیا ہے اس سے بہت زیادہ دے دیا جائے گا اور پھر اگلا شرک بھی معاف کر دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا مل جانے سے بھی زیادہ خوشی مجھے اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ مجھ سے جو لیا گیا واللہ اس سے سو حصے زیادہ مجھے ملا۔ اور مجھے امید ہے کہ میرے گناہ بھی دھل گئے۔ مذکور ہے کہ جب بحرین کا خزانہ سرکار رسالت مآبؐ میں پہنچا وہ اسی ہزار کا تھا۔ آپؐ نماز ظہر کے لیے وضو کر چکے تھے۔ آپؐ نے ہر ایک شکایت کرنے والے کی اور ہر ایک سوال کرنے والے کی دادرسی کی اور نماز سے پہلے ہی سارا خزانہ راہ اللہ میں لٹا دیا۔

حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ لے اس میں سے لے اور گٹھڑی باندھ کر لے جاؤ۔ پس یہ ان کے لیے بہت بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ گناہ بھی معاف فرمائے گا۔ یہ خزانہ ابن الحضرمی نے بھیجا تھا۔ اتنا مال حضورؐ کے پاس اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔ سب کا سب بوریوں پر پھیلا دیا گیا اور نماز کی اذان ہوئی۔ آپ تشریف لائے اور مال کے پاس کھڑے ہو گئے۔ مسجد کے نمازی بھی آ گئے۔ پھر حضورؐ نے ہر ایک کو دینا شروع کیا۔ نہ تو اس دن ناپ تول تھی اور نہ گنتی اور شمار تھا پس جو آیا وہ لے گیا اور دل کھول کر لے گیا۔ حضرت عباسؓ نے تو اپنی چادر میں گٹھڑی باندھ لی لیکن اٹھا نہ سکے تو حضورؐ سے عرض کی یارسول اللہؐ ذرا اونچا کر دیجئے۔ آپ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی اتنی کہ دانت چمکنے لگے۔ فرمایا کچھ کم کر دو جتنا اٹھے اتنا ہی لو۔ چنانچہ کچھ کم لیا اور یہ کہتے ہوئے چلے کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے ایک بات تو پوری ہوتی دکھا دی اور دوسرا وعدہ بھی ان شاء اللہ پورا ہو کر ہی رہے گا۔ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا۔ حضورؐ برابر اس مال کو تقسیم فرماتے رہے یہاں تک کہ اس میں سے

ایک پائی بھی نہ بچی - آپؐ نے اپنی اہل کو اس میں سے پھوٹی کوڑی بھی نہ دی - پھر نماز کے لیے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی - دوسری حدیث - حضورؐ کے پاس بحرین سے مال آیا اتنا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا - حکم دیا کہ مسجد میں پھیلا دو - پھر نماز کے لیے آئے - کسی کی طرف التفات نہ کیا - نماز پڑھا کر بیٹھ گئے - پھر تو جسے دیکھتے اسے دیتے - اتنے میں حضرت عباسؓ آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! مجھے دلوایئے - میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے - آپ نے فرمایا' اپنے ہاتھ سے لے لو - انہوں نے چادر میں گٹھڑی باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھا نہ سکے تو کہا یا رسول اللہؐ کسی کو حکم دیجئے کہ وہ میرے کاندھے پر چڑھا دے - آپ نے فرمایا میں تو کسی سے نہیں کہتا' کہا اچھا آپ ہی اٹھوا دیجئے - آپؐ نے اس کا بھی انکار کیا - اب تو بادل نخواستہ اس میں سے کچھ کم کرنا پڑا - پھر اٹھا کر کندھے پر رکھ کر چل دیئے - ان کے اس لالچ کی وجہ سے حضورؐ کی نگاہیں' جب تک یہ آپ کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے' انہی پر رہیں -

پس جب کل مال بانٹ چکے' ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ وہاں سے اٹھے - امام بخاری نے تعلیقاً جزم کے صیغہ کے ساتھ وارد کی ہے - اگر یہ لوگ خیانت کرنا چاہیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں' اس سے پہلے وہ اللہ کی خیانت بھی کر چکے ہیں - تو ان سے یہ بھی ممکن ہے کہ اب جو ظاہر کریں اس کے خلاف اپنے دل میں رکھیں - اس سے تو نہ گھبرا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کو تیرے قابو میں کر دیا ہے ایسے ہی وہ ہمیشہ قادر ہے - اللہ کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں - ان کے اور تمام مخلوق کے ساتھ جو وہ کرتا ہے' اپنے ازلی ابدی پورے علم اور کامل حکمت کے ساتھ - حضرت قتادہؒ کہتے ہیں' یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب کے بارے میں اتری ہے جو کہ مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا تھا - عطا خراسانی کا قول ہے کہ حضرت عباسؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ کی خیر خواہی کرتے رہیں گے - سدی نے اسے عام اور سب کو شامل کہی - یہی ٹھیک بھی ہے واللہ اعلم -

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے راہ اللہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور مدد کی' یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان تو لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی' تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے - تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ خوب دیکھتا ہے ○

مجاہدین بدر کی شان: ☆☆ (آیت: ۷۲) مسلمانوں کی قسمیں بیان ہو رہی ہیں - ایک تو مہاجر جنہوں نے اللہ کے نام پر وطن ترک کیا - اپنے گھر اور مال' تجارت' کنبہ' قبیلہ' دوست احباب چھوڑے' اللہ کے دین پر قائم رہنے کے لیے نہ جان کو جان سمجھا نہ مال کو مال - دوسرے

انصار مدنی جنہوں نے ان مہاجروں کو اپنے ہاں ٹھہرایا- اپنے مالوں میں ان کا حصہ لگا دیا' ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کی- یہ سب آپس میں ایک ہی ہیں- اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان میں بھائی چارہ کرا دیا- ایک انصاری اور ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا- یہ بھائی بندی قرابت داری سے بھی مقدم تھی' ایک دوسرے کا وارث بنتا تھا' آخر میں یہ منسوخ ہوگئی- حضورؐ فرماتے ہیں' مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے والی وارث ہیں اور فتح مکہ کے بعد کے آزاد کردہ مسلمان لوگ قریشی اور آزاد شدہ ثقیف آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں قیامت تک- اور روایت میں ہے کہ دنیا اور آخرت میں مہاجر و انصار کی تعریف میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں- فرمان ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ الخ' پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین وانصار اور ان کے احسان کے تابعدار وہ ہیں جن سے اللہ خوش ہے اور وہ اس سے خوش ہیں- اس نے ان کے لیے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے درختوں کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں- اور آیت میں ہے لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ الخ' نبی پر اور ان مہاجرین وانصار پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی توجہ فرمائی جنہوں نے سختی کے وقت بھی آپؐ کی اتباع نہ چھوڑی- اور آیت میں ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الخ' ان مہاجر محتاجوں کے لیے جو اپنے مالوں سے اور اپنے شہروں سے نکال دیئے گئے' جو اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی جستجو میں ہیں' جو اللہ اور رسولؐ کی مدد میں لگے ہوئے ہیں' یہی سچے لوگ ہیں- اور جنہوں نے ان کو جگہ دی' ان سے محبت رکھی' انہیں کشادہ دلی کے ساتھ دیا بلکہ اپنی ضرورت پر ان کی حاجت کو مقدم رکھا- یعنی جو ہجرت کی فضیلت اللہ نے مہاجرین کو دی ہے' ان پر وہ ان کا حسد نہیں کرتے- ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجر انصار پر مقدم ہیں- علماء کا اس پر اتفاق ہے- مسند بزار میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو ہجرت اور نصرت میں اختیار دیا تو آپ نے ہجرت کو پسند فرمایا-

پھر فرماتا ہے جو ایمان لائے لیکن انہوں نے ترک وطن نہیں کیا' انہیں ان کی رفاقت حاصل نہیں- یہ مومنوں کی تیسری قسم ہے جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے- ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہ تھا نہ خمس میں- ہاں کسی لڑائی میں حصہ لیں تو اور بات ہے- مسند احمد میں ہے کہ حضورؐ جب کسی کو کسی فوجی دستے کا سپہ سالار بنا کر بھیجتے تو اسے نصیحت فرماتے کہ دیکھو اپنے دل میں اللہ کا ڈر رکھنا' مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہانہ برتاؤ رکھنا- جاؤ اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کرو- اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں کے ساتھ لڑو' اپنے دشمن مشرکوں کے سامنے تین باتیں پیش کرو- ان میں سے جو بھی وہ منظور کر لیں' ان کو اختیار ہے- ان سے کہو کہ اسلام قبول کر لیں- اگر مان لیں تو پھر ان سے رک جاؤ اور ان کا اسلام قبول کر لو اور انہیں کہو کہ کفرستان چھوڑ دو- مہاجرین کے شہروں کو چلے جائیں- تو جو حق مہاجرین کے ہیں' ان کے بھی قائم ہو جائیں گے اور جو مہاجرین پر ہے ان پر بھی ہوگا- ورنہ یہ دیہات کے اور مسلمانوں کی طرح ہوں گے- ایمان کے احکام ان پر جاری رہیں گے- فے اور غنیمت کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا- ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کسی فوج میں شرکت کریں اور کوئی معرکہ سر کریں- یہ نہ مانیں تو انہیں کہو کہ جزیہ دیں- اگر یہ قبول کر لیں تو تم لڑائی سے رک جاؤ اور ان سے جزیہ لے لیا کرو- اگر ان دونوں باتوں کا انکار کریں تو اللہ کی مدد کے بھروسے پر اللہ کی نصرت طلب کر کے ان سے جہاد کرو- جو دیہاتی مسلمان وہیں مقیم ہیں' ہجرت نہیں کی' یہ اگر کسی وقت تم سے مدد کی خواہش کریں' دشمنان دین کے مقابلے پر تمہیں بلائیں تو ان کی مدد تم پر واجب ہے لیکن اگر مقابلے پر کوئی ایسا قبیلہ ہو کہ ان میں اور تم میں صلح کا معاہدہ ہے تو خبردار تم عہد شکنی نہ کرنا- قسمیں نہ توڑنا-

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ

فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِیْرٌ ؕ﴿۷۳﴾

کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہو گا اور زبردست فساد ہو جائے گا ○

دو مختلف مذاہب والے آپس میں دوست نہیں ہو سکتے : ☆☆ (آیت: ۷۳) اوپر مومنوں کے کارنامے اور رفاقت و ولایت کا ذکر ہوا۔ اب یہاں کافروں کی نسبت بھی بیان فرما کر کافروں اور مومنوں میں دوستانہ کاٹ دیا۔ مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ دو مختلف مذاہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے نہ مسلمان کافر کا وارث اور نہ کافر مسلمان کا وارث' پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ بخاری و مسلم میں بھی ہے' مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ سنن وغیرہ میں ہے' دو مختلف مذاہب والے ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ اسے امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ حسن کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک نئے مسلمان سے آپ نے عہد لیا کہ نماز قائم رکھنا' زکوۃ دینا' بیت اللہ شریف کا حج کرنا' رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور جب اور جہاں شرک کی آگ بھڑک اٹھے تو اپنے آپ کو ان کا مقابل اور ان سے برسر جنگ سمجھنا۔ یہ روایت مرسل ہے۔ اور روایت مفصل میں ہے' آپ فرماتے ہیں کہ میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں ٹھہرا رہے۔ کیا وہ دونوں جگہ لگی ہوئی آگ نہیں دیکھتا؟ ابو داؤد میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں جو مشرکوں سے خلا ملا رکھے اور ان میں ٹھہرا رہے' وہ انہی جیسا ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں' جب تمہارے پاس وہ آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم رضامند ہو تو اس کے نکاح میں دے دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں زبردست فتنہ و فساد برپا ہو گا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ چاہے وہ انہی میں رہتا ہو۔ آپ نے فرمایا۔ جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کی طرف سے پیغام نکاح آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کر دو۔ تین بار یہی فرمایا۔ آیت کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مشرکوں سے علیحدگی اختیار نہ کی اور ایمانداروں سے دوستیاں نہ رکھیں تو ایک فتنہ برپا ہو جائے گا۔ یہ اختلاط برے نتیجے دکھائے گا۔ لوگوں میں زبردست فساد برپا ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۷۴ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۵

ع ۱۰ / ۶

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا راہ اللہ میں اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی' یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی ○ اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا' پس یہ لوگ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کے حکم میں' بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے ○

مہاجر اور انصار میں وحدت : ☆☆ (آیت: ۷۴-۷۵) مومنوں کا دنیوی حکم ذکر فرما کر اب آخرت کا حال بیان فرما رہا ہے۔ ان کے ایمان کی سچائی ظاہر کر رہا ہے جیسے کہ سورت کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ انہیں بخشش ملے گی' ان کے گناہ معاف ہوں گے۔ انہیں عزت کی پاک روزی ملے گی جو برکت والی' ہمیشگی والی' طیب و طاہر ہو گی' قسم قسم کی لذیذ عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہو گی۔ ان کی اتباع کرنے والے' ایمان

وعمل صالح میں ان کا ساتھ دینے والے آخرت میں بھی درجوں میں ان کے ساتھ ہی ہوں گے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ اور وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْمِنْ بَعْدِهِمْ میں ہے۔ متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے کہ انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے' جو کسی قوم سے محبت رکھے' وہ ان میں سے ہی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ مسند احمد کی حدیث گذر چکی ہے کہ مہاجر وانصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں' فتح مکہ کے بعد مسلمان قریشی اور ثقیف کے آزاد شدہ آپس میں ایک ہیں' قیامت تک یہ سب آپس میں ولی ہیں۔ پھر اولوالارحام کا بیان ہوا۔ یہاں ان سے مراد وہی قرابت دار نہیں جو علماء فرائض کے نزدیک اس نام سے یاد کیے جاتے ہیں یعنی جن کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور جو عصبہ بھی نہ ہوں جیسے خالہ' ماموں' پھوپھی نواسے' نواسیاں' بھانجے' بھانجیاں وغیرہ۔

بعض کا یہی خیال ہے۔ آیت سے حجت پکڑتے ہیں اور اسے اس بارے میں صراحت والی بتاتے ہیں۔ یہ نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔ تمام قرابت داروں کو شامل ہے جیسے کہ ابن عباسؓ مجاہدؒ عکرمہؒ حسنؒ قتادہؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ ناسخ ہے۔ آپس کی قسموں پر وارث بننے کی اور بھائی چارے پر وارث بننے کی جو پہلے دستور تھا۔ پس یہ علماء فرائض کے ذوی الارحام کو شامل ہوگی خاص نام کے ساتھ۔ اور جو انہیں وارث نہیں بناتے' ان کے پاس کئی دلیلیں ہیں۔ سب سے قوی یہ حدیث ہے کہ اللہ نے ہر حق دار کو اس کا حق دلوا دیا ہے' پس کسی وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی حقدار ہوتے تو ان کے بھی حصے مقرر ہو جاتے۔ جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ واللہ اعلم۔

الحمدللہ سورہ انفال کی تفسیر ختم ہوئی۔ اللہ پر ہمارا بھروسہ ہے۔ وہی ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

سُورَةُ التَّوبَة

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝۲

اللہ اور اس کے رسولؐ کی بیزاری کا اعلان ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے عہد و پیمان کیا تھا ○ پس اے مشرکو تم ملک میں چار مہینے تک تو چل پھر لو۔ جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے ○

(آیت: ۱-۲) یہ سورت سب سے آخر میں رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ سب سے آخر آیت یَسْتَفْتُوْنَكَ الخ' اتری اور سب سے آخری سورت سورہ براۃ اتری ہے۔ اس کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہؓ نے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر کے اسے قرآن میں نہیں لکھا تھا۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عثمانؓ سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے آپ نے سورہ انفال کو جو مثانی میں سے ہے اور سورہ براۃ کو جو مئین میں سے ہے' ملا دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور پہلے کی سات لمبی سورتوں میں انہیں رکھا؟ آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات حضور رسول اللہ ﷺ پر ایک ساتھ کئی سورتیں اترتی تھیں۔ جب آیت اترتی آپ وحی کے لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر فرما دیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو جس میں یہ یہ ذکر ہے۔ سورہ انفال مدینہ شریف میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورہ براۃ سب سے آخر میں اتری تھی۔ بیانات دونوں کے ملتے تھے۔ مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ بھی اسی میں سے نہ ہو۔ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے

ہے۔اس لئے میں نے دونوں سورتیں متصل لکھیں اوران کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی اور سات پہلی لمبی سورتوں میں انہیں رکھا۔
اس سورت کا ابتدائی حصہ اس وقت اترا جب آپ غزوہ تبوک سے واپس آ رہے تھے۔ حج کا زمانہ تھا۔ مشرکین اپنی عادت کے مطابق حج میں آ کر بیت اللہ شریف کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے تھے۔ آپ نے ان میں خلا ملا ہونا ناپسند فرما کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امام بنا کر اس سال مکہ شریف روانہ فرمایا کہ مسلمانوں کو احکام حج سکھائیں اور مشرکوں میں اعلان کر دیں کہ وہ آئندہ سال سے حج کو نہ آئیں اور سورہ براۃ کا بھی عام لوگوں میں اعلان کر دیں۔ آپ کے پیچھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ آپ کا پیغام بحیثیت آپ کی نزدیکی قرابت داری کے آپ بھی پہنچا دیں جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ۔

پس فرمان ہے کہ یہ بے تعلقی ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔ بعض تو کہتے ہیں یہ اعلان اس عہد و پیمان کے متعلق ہے جن سے کوئی وقت معین نہ تھا یا جن سے عہد چار ماہ سے کم کا تھا لیکن جن کا لمبا عہد تھا۔ وہ بدستور باقی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ان کی مدت پوری ہونے تک تم ان سے ان کا عہد نبھاؤ۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ آپ نے فرمایا' ہم سے جن کا عہد و پیمان ہے' ہم اس پر مقررہ وقت تک پابندی سے قائم ہیں۔ گو اس بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن سب سے اچھا اور سب سے قوی قول یہی ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے عہد ہو چکا تھا' ان کے لئے چار ماہ کی حد بندی اللہ تعالیٰ نے مقرر کی اور جن سے عہد نہ تھا' ان کے لئے حرمت والے مہینوں کے گذر جانے کی حد بندی مقرر کر دی یعنی دس ذی الحجہ سے محرم ختم تک پچاس دن۔ اس مدت کے بعد حضورؐ کو ان سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں اور جن سے عہد ہے' وہ دس ذی الحجہ کے اعلان کے دن سے لے کر بیس ربیع الآخر تک اپنی تیاری کر لیں۔ پھر اگر چاہیں مقابلے پر آ جائیں۔ یہ واقعہ سنہ ۹ ھ کا ہے۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا تھا اور حضرت علیؓ کو تیس یا چالیس آیتیں قرآن کی اس سورت کی دے کر بھیجا کہ آپ چار ماہ کی مدت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے ان کے ڈیروں میں گھروں میں' منزلوں میں جا جا کر یہ آیتیں انہیں سنا دیں اور ساتھ ہی سرکار نبوت کا یہ حکم بھی سنا دیا کہ اس سال کے بعد حج کے لئے کوئی مشرک نہ آئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی ننگا شخص نہ کرے۔ قبیلہ خزاعہ' قبلہ مدلج اور دوسرے سب قبائل کے لئے بھی یہی اعلان تھا۔ تبوک سے آ کر آپ نے حج کا ارادہ کیا تھا لیکن مشرکوں کا وہاں آنا اور ان کا ننگے ہو کر وہاں کا طواف کرنا آپؐ کو ناپسند تھا۔ اس لئے حج نہ کیا اور اس سال حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کو بھیجا۔ انہوں نے ذی المجاز کے بازاروں میں اور ہر گلی کوچے اور ہر ہر پڑاؤ اور میدان میں اعلان کیا کہ چار مہینے تک کی تو شرک اور مشرک کو مہلت ہے۔ اس کے بعد ہماری اسلامی تلواریں اپنا جوہر دکھائیں گی۔ بیس دن ذی الحجہ کے' محرم پورا صفر پورا اور ربیع الاول۔ پورا اور دس دن ربیع الاخر کے۔ زہری کہتے ہیں' شوال محرم تک کی ڈھیل تھی لیکن یہ قول غریب ہے اور سمجھ سے بھی بالاتر ہے کہ حکم پہنچنے سے پہلے ہی مدت شماری کیسے ہو سکتی ہے؟

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ
اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ
لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ۙ

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو بڑے حج کے دن صاف اطلاع ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی۔ اگر اب بھی تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم روگردانی کرو تو جان لو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکتے' کافروں کو دکھ کی مار کی خبر پہنچا دے ○

حج اکبر کے دن اعلان: ☆☆ (آیت:۳) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے عام اعلان ہے اور ہے بھی بڑے حج کے دن۔ یعنی عید قربان کو جو حج کے تمام دنوں میں بڑا اور افضل دن ہے کہ اللہ اور اس کا رسولؐ مشرکوں سے بری الذمہ' بیزار اور الگ ہے۔ اگر اب بھی تم گمراہی اور شرک و برائی چھوڑ دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے' توبہ کر لو' نیک بن جاؤ' اسلام قبول کر لو' شرک و کفر چھوڑ دو۔ اور اگر تم نے نہ مانا' اپنی ضلالت پر قائم رہے تو تم نہ اب اللہ کے قبضے سے باہر ہو نہ آئندہ کسی وقت اللہ کو دبا سکتے ہو' وہ تم پر قادر ہے۔ تمہاری چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ کافروں کو دنیا میں بھی سزا کرے گا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قربانی والے دن ان لوگوں میں جو اعلان کے لئے بھیجے گئے تھے' بھیجا۔ ہم نے منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی شخص ننگا ہو کر نہ کرے۔ پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ سورہ براءۃ کا اعلان کر دیں۔

پس آپ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ عید کے دن انہی احکام کی منادی کی۔ حج اکبر کا دن بقرہ عید کا دن ہے کیونکہ لوگ حج اصغر بولا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعلان کے بعد حجۃ الوداع میں ایک بھی مشرک حج کو نہیں آیا تھا۔ حنین کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ پھر اس سال حضرت الصدیق کو امیر حج بنا کر بھیجا اور آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو منادی کے لئے روانہ فرمایا۔ پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بھیجا کہ برات کا اعلان کر دیں۔ امیر حج حضرت علیؓ کے آنے کے بعد بھی حضرت الصدیق ہی رہے رضی اللہ عنہما۔ لیکن اس روایت میں غربت ہے۔ عمرہ جعرانہ والے سال امیر حج حضرت عتاب بن اسیدؓ تھے۔ حضرت ابو بکر تو سنہ ۹ھ میں امیر حج تھے۔ مسند کی روایت میں ہے' حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں' اس سال حضرت علیؓ کے ساتھ میں تھا۔ ہم نے پکار پکار کر منادی کر دی کہ جنت میں صرف ایماندار ہی جائیں گے۔ بیت اللہ کا طواف آئندہ سے کوئی شخص عریانی کی حالت میں نہیں کر سکے گا۔ جن کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں' ان کی مدت آج سے چار ماہ کی ہے' اس مدت کے گزر جانے کے بعد اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری الذمہ ہیں۔ اس سال کے بعد کسی کافر کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں' یہ منادی کرتے کرتے میرا گلا پڑ گیا۔ حضرت علیؓ کی آواز بیٹھ جانے کے بعد میں نے منادی شروع کر دی تھی۔ ایک روایت میں ہے' جس سے عہد ہے' اس کی مدت وہی ہے۔

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں' مجھے تو ڈر ہے کہ یہ جملہ کسی راوی کے وہم کی وجہ سے نہ ہو۔ کیونکہ مدت کے بارے میں اس کے خلاف بہت سی روایتیں ہیں۔ مسند میں ہے کہ براۃ کا اعلان کرنے کو آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو بھیجا۔ وہ ذوالحلیفہ پہنچے ہوں گے جو آپ نے فرمایا کہ یہ اعلان تو یا میں خود کروں گا یا میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص کرے گا۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ کو بھیجا۔[2] حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سورہ برات کی دس آیتیں جب اتریں' آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا انہیں لے جاؤ۔ اہل مکہ کو سناؤ۔ پھر مجھے یاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ تم جاؤ۔ ابو بکرؓ سے تم ملو جہاں بھی وہ ملیں ان سے کتاب لے لینا اور مکہ والوں کے پاس جا کر انہیں پڑھ سنانا۔ میں چلا۔ جحفہ میں جا کر ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کتاب لے لی۔ آپ واپس لوٹے اور حضورؐ سے پوچھا کہ کیا میرے بارے میں کوئی آیتیں نازل ہوئی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ یا تو یہ پیغام خود آپ پہنچایئے یا اور کوئی شخص جو آپ میں سے ہو۔ اس

سند میں ضعف ہے اور اس سے یہ مراد نہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اسی وقت لوٹ آئے- نہیں بلکہ آپ نے اپنی سرداری میں وہ حج کرایا- حج سے فارغ ہو کر پھر واپس آئے جیسے کہ اور روایتوں میں صراحتاً مروی ہے- اور حدیث میں ہے کہ حضرت علیؓ سے جب حضورؐ نے اس پیغام رسانی کا ذکر کیا تو حضرت علیؓ نے عذر پیش کیا کہ میں عمر کے لحاظ سے اور تقریر کے لحاظ سے اپنے میں کمی پاتا ہوں- آپؐ نے فرمایا لیکن ضرورت اس کی ہے کہ اسے یا تو میں آپ پہنچاؤں یا تو پہنچائے- حضرت علیؓ نے کہا اگر یہی ہے تو لیجئے- میں جاتا ہوں- آپؐ نے فرمایا- جاؤ- اللہ تیری زبان کو ثابت رکھے اور تیرے دل کو ہدایت دے- پھر اپنا ہاتھ ان کے منہ پر رکھا- لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ حج کے موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ آپ کو رسول اللہ ﷺ نے کیا بات پہنچانے بھیجا تھا؟ آپ نے وہی اوپر والی چاروں باتیں بیان فرمائیں- مسند وغیرہ میں یہ روایت کسی طریق سے آئی ہے- اس میں لفظ یہ ہیں کہ جن سے معاہدہ ہے وہ جس مدت تک ہے اسی تک رہے گا-

اور حدیث میں ہے کہ آپ سے لوگوں نے کہا کہ آپ حج میں حضرت صدیق اکبر کو بھیج چکے ہیں کاش کہ یہ پیغام بھی انہیں پہنچا دیتے- آپؐ نے فرمایا اسے تو کوئی میرے گھر والا ہی پہنچائے گا- اس میں ہے کہ حضرت علیؓ حضورؐ کی عضبا نامی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے- انہیں راستے میں دیکھ کر حضرت الصدیق نے پوچھا کہ سردار ہو یا ماتحت؟ فرمایا نہیں میں تو ماتحت ہوں- وہاں جا کر آپ نے تو حج کا انتظام کیا اور عید والے دن حضرت علیؓ نے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے یہ احکام پہنچائے- پھر یہ دونوں آپ کے پاس آئے- پس مشرکین میں سے جن سے عام عہد تھا ان کے لئے تو چار ماہ کی مدت ہو گئی- باقی جس سے جتنا عہد تھا وہ بدستور رہا- اور روایت میں ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو رسول اللہ ﷺ نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور مجھے ان کے پاس چالیس آیتیں سورہ برات کی دے کر بھیجا تھا- آپ نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا- پھر حضرت علیؓ سے فرمایا اٹھئے اور سرکار رسالت مابؐ کا پیغام لوگوں کو سنا دیجئے- پس حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر ان چالیس آیتوں کی تلاوت فرمائی- پھر لوٹ کر منیٰ میں آ کر جمرہ پر کنکریاں پھینکیں اونٹ نحر کیا- سر منڈوایا- پھر مجھے معلوم ہوا کہ سب حاجی اس خطبے کے وقت موجود نہ تھے- اس لئے میں نے ڈیروں میں خیموں میں اور پڑاؤ میں جا جا کر منادی شروع کر دی- میرا خیال ہے شاید اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہو گیا یہ دسویں تاریخ کا ذکر ہے حالانکہ اصل پیغام نویں کو عرفہ کے دن پہنچا دیا گیا تھا- ابو اسحاق کہتے ہیں میں نے ابوجحیفہ سے پوچھا کہ حج اکبر کا کون سا دن ہے؟ آپ نے فرمایا عرفے کا دن- میں نے کہا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا صحابہؓ سے سنا ہوا- فرمایا سب کچھ یہی ہے- عطاء بھی یہی فرماتے ہیں- حضرت عمرؓ بھی یہی فرما کر فرماتے ہیں پس اس دن کوئی روزہ نہ رکھے- راوی کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے بعد حج کیا- مدینے پہنچا اور پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ لوگوں نے کہا حضرت سعید بن مسیب ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ- میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے مدینے والوں سے پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ تو انہوں نے آپ کا نام لیا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں- یہ فرمایئے کہ عرفہ کے دن کے روزے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں اپنے سے ایک سو درجے بہترین شخص کو بتاؤں- وہ عمرو بن عمر ہیں- وہ اس روزے سے منع فرماتے تھے اور اسی دن کو حج اکبر فرماتے تھے- (ابن ابی حاتم وغیرہ) اور بھی بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے کہ حج اکبر سے مراد عرفے کا دن ہے- ایک مرسل حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے عرفے کے خطبے میں فرمایا یہی حج اکبر کا دن ہے-

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بقرعید کا دن ہے- حضرت علیؓ یہی فرماتے ہیں- ایک مرتبہ حضرت علیؓ بقرعید والے دن اپنے سفید خچر پر سوار جا رہے تھے کہ ایک شخص نے آن کر لگام تھام لیں اور یہی پوچھا آپ نے فرمایا حج اکبر کا دن آج ہی کا دن ہے- لگام چھوڑ دے-

عبداللہ بن ابی اوفی کا قول بھی یہی ہے- حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اپنے عید کے خطبے میں فرمایا آج ہی کا دن یوم الاضحیٰ ہے- آج ہی کا دن یوم النحر ہے- آج ہی کا دن حج اکبر کا دن ہے- ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے- اور بھی بہت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ حج اکبر بقرہ عید کا دن ہے- امام ابن جریر کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے- صحیح بخاری کے حوالے سے پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے منادی کرنے والوں کو منیٰ میں عید کے دن بھیجا تھا- ابن جریر میں ہے' رسول اللہ ﷺ حجتہ الوداع میں جمروں کے پاس دسویں تاریخ ذی الحجہ کو ٹھہرے اور فرمایا' یہی دن حج اکبر کا دن ہے- اور روایت میں ہے کہ آپ کی اونٹنی سرخ رنگ تھی- آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ جانتے بھی ہو آج کیا دن ہے؟ لوگوں نے کہا قربانی کا دن ہے- آپ نے فرمایا سچ ہے- یہی دن حج اکبر کا ہے- اور روایت میں ہے کہ آپؐ اونٹنی پر سوار تھے- لوگ اس کی نکیل تھامے ہوئے تھے- آپ نے صحابہ سے پوچھا کہ یہ کونسا دن ہے.. جانتے ہو؟ ہم اس خیال سے خاموش ہو گئے کہ شاید آپ اس کا کوئی اور ہی نام بتائیں- آپ نے فرمایا' یہ حج اکبر کا دن نہیں؟ اور روایت میں ہے' لوگوں نے آپ کے سوال پر جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے- سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ عید کے بعد کا دن ہے- مجاہدؒ کہتے ہیں' حج کے سب دنوں کا یہی نام ہے- سفیان بھی یہی کہتے ہیں کہ جیسے یوم جمل' یوم صفین ان لڑائیوں کے تمام دنوں کا نام ہے' ایسے ہی یہ بھی ہے- حسن بصریؒ سے جب یہ سوال ہوا تو آپ نے فرمایا' تمہیں اس سے کیا حاصل- یہ تو اس سال تھا جس سال حج کے امیر حضرت ابوبکر صدیق تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ- ابن سیرین اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں یہ وہ دن تھا جس میں رسول اللہؐ کا اور عام لوگوں کا حج ہوا-

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾ فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾

بجز ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے ذرا سا بھی نقصان تمہیں نہیں پہنچایا نہ کسی کی تمہارے خلاف مدد کی تو تم بھی ان کے معاہدے کی مدت ان کے ساتھ پوری کرو- اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے ○ پس حرمت والے مہینوں کے گذرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو- انہیں گرفتار کرو- ان کا محاصرہ کر لو اور ان کی تاک میں ہر گھاٹی میں جا بیٹھو ہاں اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو- یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ○

عہد نامہ کی شرط: ☆☆ (آیت:۴) پہلے جو حدیثیں بیان ہو چکی ہیں' ان کا اور اس آیت کا مضمون ایک ہی ہے- اس سے صاف ہو گیا کہ جن سے مطلقاً عہد و پیمان ہوئے تھے انہیں تو چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ اس میں وہ اپنا جو چاہیں کر لیں اور جن سے کسی مدت تک عہد و پیمان ہو چکے ہیں' وہ سب عہد ثابت ہیں بشرطیکہ وہ لوگ معاہدے کی شرائط پر قائم رہیں- نہ مسلمانوں کو خود کوئی ایذا پہنچائیں نہ ان کے دشمنوں کی کمک اور امداد کریں- اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے پورے لوگوں سے محبت رکھتا ہے-

جہاد اور حرمت والے مہینے: ☆☆ (آیت:۵) حرمت والے مہینوں سے مراد یہاں وہ چار مہینے ہیں جن کا ذکر آیت مِنۡهَآ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ الخ میں ہے- پس ان کے حق میں آخری حرمت والا مہینہ محرم الحرام کا ہے' ابن عباسؓ اور ضحاک سے بھی یہی مروی ہے لیکن اس میں ذرا تامل ہے بلکہ مراد اس سے یہاں وہ چار مہینے ہیں جن میں مشرکین کو پناہ ملی تھی کہ ان کے بعد تم سے لڑائی ہے چنانچہ خود اسی سورت میں اس کا بیان اور آیت میں آ رہا ہے- فرماتا ہے' ان چار ماہ کے بعد مشرکوں سے جنگ کرو' انہیں قتل کرو' انہیں گرفتار کرو جہاں بھی پاؤ پس یہ عام ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ خاص ہے- حرم میں لڑائی نہیں ہو سکتی جیسے فرمان ہے وَلَا تُقٰتِلُوۡهُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ الخ' یعنی مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ اپنی طرف سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں- اگر یہ وہاں تم سے لڑیں تو پھر تمہیں بھی ان سے لڑائی کرنے کی اجازت ہے- چاہو قتل کرو چاہو قید کر لو- ان کے قلعوں کا محاصرہ کرو' ان کے لئے ہر گھات میں بیٹھ کر تاک لگاؤ- انہیں زد پر لا کر مارو- یعنی یہی نہیں کہ مل جائیں تو جھڑپ ہو جائے' خود چڑھ کر جاؤ- ان کی راہیں بند کر دو اور انہیں مجبور کر دو کہ یا تو اسلام لائیں یا لڑیں- اسی لئے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کر لیں' پابند نماز ہو جائیں- زکوۃ دینے کے مانعین سے جہاد کرنے کی اسی جیسی آیتوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دلیل لی تھی کہ لڑائی اس شرط پر حرام ہے کہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام کے واجبات بجالائیں- اس آیت میں ارکان اسلام کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے- اعلیٰ پھر ادنیٰ- پس شہادت کے بعد سب سے بڑا رکن اسلام نماز ہے جو اللہ عزوجل کا حق ہے- نماز کے بعد زکوۃ ہے جس کا نفع فقیروں' مسکینوں محتاجوں کو پہنچتا ہے اور مخلوق کا زبردست حق جو انسان کے ذمے ہے' ادا ہو جاتا ہے- یہی وجہ ہے کہ اکثر نماز کے ساتھ ہی زکوۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے-

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' مجھے حکم کیا گیا کہ لوگوں سے جہاد جاری رکھو جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ کوئی معبود بجز اللہ کے نہیں ہے اور یہ کہ محمد (ﷺ) رسول اللہؐ ہیں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوۃ دیں- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہیں نمازوں کے قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے- جو زکوۃ نہ دے' اس کی نماز بھی نہیں- حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک وہ زکوۃ ادا نہ کرے- اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے- آپ کی فقہ سب سے بڑھی ہوئی تھی جو آپ نے زکوۃ کے منکروں سے جہاد کیا- مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ بجز اللہ تعالیٰ برحق کے اور کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں- جب وہ ان دونوں باتوں کا اقرار کر لیں' ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر لیں' ہمارا ذبیحہ کھانے لگیں' ہم جیسی نمازیں پڑھنے لگیں تو ہم پر ان کے خون' ان کے مال حرام ہیں مگر احکام حق کے ماتحت- انہیں ہر وہ حق حاصل ہے جو اور مسلمانوں کا ہے اور ان کے ذمے ہر وہ چیز ہے جو اور مسلمانوں کے ذمے ہے- یہ روایت بخاری شریف میں اور سنن میں بھی ہے سوائے ابن ماجہ کے- ابن جریر میں ہے' رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں' جو دنیا سے اس حال میں جائے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کی خالص عبادت کرتا ہو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو' تو وہ اس حال میں جائے گا کہ اللہ اس سے خوش ہو گا- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' یہی اللہ کا دین ہے- اسی کو تمام پیغمبر علیہم السلام لائے تھے اور اپنے رب کی طرف سے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا تھا- اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں ادھر ادھر لگ جائیں' اس کی سچائی کی شہادت اللہ کی آخری وحی میں موجود ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ پس توبہ تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد برحق کے سوا اوروں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں- نماز اور زکوۃ کے پابند ہو

جائیں۔ اور آیت میں ہے کہ ان تینوں کاموں کے بعد وہ تمہارے دینی برادر ہیں۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں' یہ تلوار کی آیت ہے۔ اس نے ان تمام عہد و پیمان کو چاک کر دیا جو مشرکوں سے تھے۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ برات کے نازل ہونے پر چار مہینے گزر جانے کے بعد کوئی عہد و ذمہ باقی نہیں رہا۔ پہلی شرطیں برابری کے ساتھ توڑ دی گئیں۔ اب اسلام اور جہاد باقی رہ گیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو چار تلواروں کے ساتھ بھیجا ایک تو مشرکین عرب میں فرماتا ہے فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ یہ روایت اسی طرح مختصراً ہے۔ میرا خیال ہے کہ دوسری تلوار اہل کتاب میں فرماتا ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ' اللہ تبارک وتعالیٰ پر' قیامت کے دن پر' ایمان نہ لانے والوں اور اللہ رسولؐ کے حرام کردہ کو حرام نہ ماننے والوں اور اللہ کے سچے دین کو قبول نہ کرنے والوں سے جو اہل کتاب ہیں' جہاد کرو تاوقتیکہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول نہ کر لیں۔ تیسری تلوار منافقوں میں فرمان ہے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ الخ' اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں ارشاد ہے وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا الخ' اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرا دو۔ پھر بھی اگر کوئی جماعت دوسری کو دباتی چلی جائے تو ان باغیوں سے تم لڑو جب تک کہ وہ پلٹ کر اللہ کے حکم کی ماتحتی میں نہ آ جائیں۔ ضحاکؒ اور سدیؒ کا قول ہے کہ یہ آیت تلوار آیت فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً سے منسوخ ہے یعنی بطور احسان کے یا فدیہ لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ دو۔ قتادہ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ پچھلی آیت پہلی سے منسوخ ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ ع ۶

اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دیا کر یہاں تک کہ وہ کلام اللہ شریف سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے' یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں O

امن مانگنے والوں کو امن دو۔ منافقوں کی گردن مار دو: ☆☆ (آیت:۶) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ جن کافروں سے آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے' ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن طلب کرے تو آپ اس کی خواہش پوری کر دیں' اسے امن دیں یہاں تک کہ وہ قرآن کریم سن لے' آپ کی باتیں سن لے' دین کی تعلیم معلوم کر لے' حجت ربانی پوری ہو جائے پھر اپنے امن میں ہی اسے اس کے وطن پہنچا دو' بے خوفی کے ساتھ یہ اپنی امن کی جگہ پہنچ جائے' ممکن ہے کہ سوچ سمجھ کر حق کو قبول کر لے' یہ اس لیے ہے کہ یہ بے علم لوگ ہیں انہیں دینی معلومات بہم پہنچاؤ اور اللہ کی دعوت اس کے بندوں کے کانوں تک پہنچا دو۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جو تیرے پاس دینی باتیں سننے سمجھنے کے لیے آئے خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو' وہ امن میں ہے یہاں تک کہ کلام سنے' پھر جہاں سے آیا ہے' وہاں با امن پہنچ جائے' اسی لیے حضورؐ ان لوگوں کو جو دین سمجھنے اور اللہ کی طرف سے لائے ہوئے پیغام کو سننے کے لیے آتے' انہیں امن دے دیا کرتے تھے۔ حدیبیہ والے سال بھی قریش کے جتنے قاصد آئے' انہیں یہاں کوئی خطرہ نہ تھا' عروہ بن مسعود' مکرز بن حفص' سہیل بن عمرو وغیرہ وغیرہ یکے بعد دیگرے آتے رہے' یہاں آ کر انہیں وہ شان نظر آئی جو قیصر و کسریٰ کے دربار میں بھی نہ تھی' یہی انہوں نے اپنی قوم سے کہا' پس یہ رویہ بھی بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گیا۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا قاصد جب حضورؐ کی

بارگاہ میں پہنچا' آپ نے اس سے پوچھا کیا تم مسیلمہ کی رسالت کے قائل ہو؟ اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا' اگر قاصدوں کا قتل میرے نزدیک ناجائز نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ آخر یہ شخص حضرت ابن مسعودؓ کوفہ کی کی امارت کے زمانے میں قتل کر دیا گیا' اسے ابن النواحہ کہا جاتا تھا۔ ابن مسعود کو جب معلوم ہوا کہ یہ مسیلمہ کا ماننے والا ہے' تو آپ نے بلوایا اور فرمایا اب تو قاصد نہیں ہے اب تیری گردن مارنے سے کوئی امر مانع نہیں چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا' اللہ کی لعنت اس پر ہو۔ الغرض دار الحرب سے جو قاصد آئے یا تاجر آئے یا صلح کے طالب آئے یا آپس میں اصلاح کے ارادے سے آئے یا جزیہ لے کر حاضر ہو' امام یا نائب امام نے انہیں امن و امان دے دیا ہو تو جب تک وہ دار الاسلام میں رہے یا اپنے وطن نہ پہنچ جائے' اسے قتل کرنا حرام ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو دار الاسلام میں سال بھر تک نہ رہنے دیا جائے' زیادہ سے زیادہ وہ چار ماہ تک یہاں ٹھہر سکتا ہے' پھر چار ماہ سے زیادہ اور سال بھر کے اندر دو قول امام شافعیؒ وغیرہ علماء کے ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝٧ كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ۝٨

مشرکوں کا عہد اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہ سکتا ہے مگر جن سے تم نے عہد و پیمان مسجد حرام کے پاس کیا ہے' جب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ نبھائیں' تم بھی ان سے وفاداری کرو' اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں سے محبت رکھتا ہے ○ ان کے وعدوں کا کیا اعتبار ان کا اگر تم پر غلبہ ہو جائے تو نہ تو یہ قرابت داری کا خیال کریں نہ عہد و پیمان کا' اپنی زبانوں سے تو تمہیں پرچارہے ہیں لیکن دل نہیں مانتے' ان میں سے اکثر تو فاسق ہیں ○

پابندیٔ عہد کی شرائط: ☆☆ (آیت: ۷) اوپر والے حکم کی حکمت بیان ہو رہی ہے کہ چار ماہ کی مہلت دینے پر لڑائی کی اجازت دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے شرک و کفر کو چھوڑنے اور اپنے عہد و پیمان پر قائم رہنے والے ہی نہیں' ہاں صلح حدیبیہ جب تک ان کی طرف سے نہ ٹوٹے' تم بھی نہ توڑنا۔ یہ صلح دس سال کے لیے ہوئی تھی' ماہ ذی القعدہ سنہ ۶ ہجری سے حضورؐ نے اس معاہدے کو نبھایا یہاں تک کہ قریشیوں کی طرف سے یہ معاہدہ توڑا گیا' ان کے حلیف بنو بکر نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف بنو خزاعہ پر چڑھائی کر دی بلکہ حرم میں بھی انہیں قتل کیا' اس بنا پر رمضان شریف سنہ ۸ ہجری میں حضورؐ نے ان پر چڑھائی کر دی' رب العالمین نے مکہ آپ کے ہاتھوں فتح کرایا اور انہیں آپ کے بس میں کر دیا۔ وللہ الحمد والمنہ لیکن آپ نے باوجود غلبہ اور قدرت کے ان میں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا سب کو آزاد کر دیا۔ انہی لوگوں کو طلقاء کہتے ہیں یہ تقریباً دو ہزار تھے جو کفر پر پھر بھی باقی رہے اور ادھر ادھر ہو گئے' رحمتہ للعالمینؐ نے سب کو عام پناہ دے دی اور انہیں مکہ شریف میں آنے اور یہاں اپنے مکانوں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ چار ماہ تک وہ جہاں چاہیں آ جا سکتے ہیں' انہی میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ تھے پھر اللہ نے ان کی رہبری کی اور اسلام نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر انداز ے کے کرنے میں اور ہر کام کے کرنے میں تعریفوں والا ہی ہے۔

کافروں کی دشمنی: ☆☆ (آیت: ۸) اللہ تعالیٰ کافروں کے مکر و فریب اور ان کی دلی عداوت سے مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ ان کی

دوستی اپنے دل میں نہ رکھیں نہ ان کے قول وقرار پر مطمئن رہیں' ان کا کفر وشرک انہیں وعدوں کی پابندی پر رہنے نہیں دیتا' یہ تو وقت کے منتظر ہیں' ان کا بس چلے تو یہ تمہیں کچا چبا ڈالیں' نہ قرابت داری کو دیکھیں اور نہ وعدوں کی پاسداری کریں' ان سے جو ہو سکے' وہ تکلیف تم پر توڑیں اور خوش ہوں۔ آل کے معنی قرابت داری کے ہیں' ابن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے اور حضرت حسان کے شعر میں بھی یہی معنی کیے گئے ہیں کہ وہ اپنے غلبہ کے وقت اللہ کا بھی لحاظ نہیں کریں گے نہ کسی اور کا۔ یہی لفظ ال ایل بن کر جبرئیل میکائیل اور اسرافیل میں آیا ہے یعنی اس کا معنی اللہ ہے لیکن پہلا قول ہی ظاہر اور مشہور ہے اور اکثر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد کہتے ہیں مراد عہد ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ مراد قسم ہے۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

انہوں نے اللہ کی آیات کو بہت کم قیمت پر بیچ دیا اور اس کی راہ سے اٹک گئے' بہت برا ہے جو یہ کر رہے ہیں ○ یہ تو کسی مسلمان کے حق میں کسی رشتے داری کا یا عہد کا مطلق لحاظ نہیں کرتے' یہ ہیں ہی حد سے گذر جانے والے ○ اب بھی اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم تو جاننے والوں کے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں ○

جہاد ہی راہ اصلاح ہے: ☆☆ (آیت:۹-۱۱) مشرکوں کی مذمت کے ساتھ ہی مسلمانوں کو ترغیب جہاد دی جا رہی ہے کہ ان کافروں نے دنیائے خسیس کو آخرت نفیس کے بدلے پسند کر لیا ہے خود راہ حق سے ہٹ کر مومنوں کو بھی روک رہے ہیں' ان کے اعمال بہت ہی بد ہیں یہ تو مومنوں کو نقصان پہنچانے کے ہی درپے ہیں' نہ انہیں رشتہ داری کا خیال ہے نہ معاہدے کا پاس' یہ تو حد سے تجاوز کر گئے ہیں ہاں اب بھی سچی توبہ اور نماز کی پابندی انہیں تمہارا بنا سکتی ہے۔

چنانچہ بزار کی حدیث میں ہے' جو دنیا کو اس حال میں چھوڑے کہ اللہ کی عبادتیں خلوص کے ساتھ کر رہا ہو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو' نماز وزکوٰۃ کا پابند ہو تو اللہ اس سے خوش ہو کر ملے گا۔ یہی اللہ کا وہ دین ہے جسے انبیاء علیہم السلام لاتے رہے اور اسی کی تبلیغ اللہ کی طرف سے وہ کرتے رہے' اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں بڑھ جائیں' اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں یعنی بتوں اور بت پرستی کو چھوڑ دیں اور نماز قائم کرنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے بن جائیں تو تم ان کے راستے چھوڑ دو۔ اور آیت میں ہے کہ پھر تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ امام بزار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال سے تو مرفوع حدیث وہیں پر ختم ہے کہ اللہ اس سے رضامند ہو کر ملے گا' اس کے بعد کا کلام راوی حدیث ربیع بن انس رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔ واللہ اعلم۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ

لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور اگر یہ لوگ عہد و پیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سرداران کفر سے بھڑ جاؤ' ان کی قسمیں کوئی چیز نہیں' ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آ جائیں ○

وعدہ خلاف قوم کو دندان شکن جواب دو : ☆☆ (آیت :۱۲) اگر یہ مشرک اپنی قسموں کو توڑ کر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کریں اور تمھارے دین پر اعتراض کرنے لگیں تو تم ان کفر کے سروں کو توڑ مروڑ دو۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ جو حضور ﷺ کو گالیاں دے' دین میں عیب جوئی کرے' اس کا ذکر اہانت کے ساتھ کرے' اسے قتل کر دیا جائے' ان کی قسمیں محض بے اعتبار ہیں' یہی طریقہ ان کے کفر و عناد سے روکنے کا ہے۔ ابو جہل' عتبہ' شیبہ' امیہ وغیرہ یہ سب سرداران کفر تھے۔ ایک خارجی نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو کہا کہ یہ کفر کے پیشواؤں میں سے ایک ہے' آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے' میں تو ان میں سے ہوں جنہوں نے کفر کے پیشواؤں کو قتل کیا تھا۔ حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں' اس آیت والے اس کے بعد قتل نہیں کیے گئے۔ حضرت علی ؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے جبکہ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے' گو نزول کے اعتبار سے اس سے مراد مشرکین قریش ہیں لیکن حکماً اس میں اور سب شامل ہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف ایک لشکر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تمہیں ان میں کچھ لوگ ایسے ملیں گے جن کی چندھیا منڈی ہوئی ہوگی تو تم اس شیطانی بیٹھک کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دینا' واللہ ان میں سے ایک کا قتل دوسرے ستر لوگوں کے قتل سے مجھے زیادہ پسند ہے اس لیے کہ فرمان الٰہی ہے' کفر کے اماموں کو قتل کر دو (ابن ابی حاتم)۔

أَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِإِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے جو اپنی قسموں کو توڑ دیتے ہیں اور پیغمبر کو جلاوطن کرنے کی فکر میں ہیں اور خود ہی اول بار تم سے چھیڑ کریں' کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایماندار رہو ○

ظالموں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچاؤ : ☆☆ (آیت :۱۳) اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کو پوری طرح جہاد پر آمادہ کرنے کے لیے فرما رہا ہے کہ یہ عہد شکن قسمیں توڑنے والے کفار وہی ہیں' جنہوں نے رسول ؐ کو جلاوطن کرنے کی پوری ٹھان لی تھی' چاہتے تھے کہ قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا دیس نکالا دے دیں' ان کے مکر سے اللہ کا مکر کہیں بہتر تھا' صرف ایمان کی بنا پر دشمنی کر کے پیغمبر کو اور مومنوں کو وطن سے خارج کرتے تھے' بھڑ بھڑا کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے تاکہ تجھے مکہ شریف سے نکال دیں' برائی کی ابتداء بھی انہی کی طرف سے ہے۔ بدر کے دن لشکر لے کر نکلے حالانکہ معلوم ہو چکا تھا کہ قافلہ بچ کر نکل گیا ہے لیکن تاہم غرور و فخر سے اللہ کے لشکر کو شکست دینے کے ارادے سے مسلمانوں سے صف آراء ہو گئے جیسے کہ پورا واقعہ اس سے پہلے بیان ہو جا چکا ہے' انہوں نے عہد شکنی کی اور اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ؐ کے حلیفوں سے جنگ کی' بنو بکر کی بنو خزاعہ کے خلاف مدد کی اس وعدہ خلافی کی وجہ سے حضور ؐ نے ان پر لشکر کشی کی' ان کی خوب سرکوبی کی اور مکہ فتح کر لیا۔ فالحمد للہ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان نجس لوگوں سے خوف کھاتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو تمھارے دل میں بجز اللہ کے کسی کا خوف نہیں ہونا چاہیے وہی اس لائق ہے کہ ایماندار اس سے ڈرتے رہیں۔ دوسری آیت میں ہے کہ ان سے نہ ڈرو' صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو' میرا غلبہ

میری سلطنت' میری سزا' میری قدرت' میری ملکیت' بیشک اس قابل ہے کہ ہر وقت' ہر دل میری ہیبت سے لرزتا رہے' تمام کام میرے ہاتھ میں ہیں' جو چاہوں کر سکتا ہوں اور کر گذرتا ہوں' میری منشا کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت کا راز بیان ہو رہا ہے کہ اللہ قادر تھا جو عذاب چاہتا' ان پر بھیج دیتا لیکن یہ اس کی منشا ہے کہ تمہارے ہاتھوں انہیں سزا دے اور ان کی بربادی تم خود کرو' تمھارے دل کی بھڑاس خوب نکل جائے اور تمھیں راحت و آرام شادمانی و کامرانی حاصل ہو۔ یہ بات کچھ انہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام مومنوں کے لیے بھی ہے خصوصاً خزاعہ کا قبیلہ جن کے خلاف عہد قریش اپنے حلیفوں میں مل کر چڑھ دوڑے' ان کے دل اسی وقت ٹھنڈے ہوں گے' ان کے غبار اسی وقت بیٹھیں گے جب مسلمانوں کے ہاتھوں کفار نیچے ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ غضبناک ہو جاتیں تو آپ ان کی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے اے عائشہ یہ دعا کرو اللھم رب النبی محمد اغفر ذنبی واذھب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن اے اللہ اے محمد (ﷺ) کے پروردگار' میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کا غصہ دور کر اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے بچا لے۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہے توبہ قبول فرمالے' وہ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے خوب آگاہ ہے' اپنے تمام کاموں میں' اپنے شرعی احکام میں' اپنے تمام حکموں میں حکمت والا ہے' جو چاہتا ہے کرتا ہے' جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے' وہ عادل و حاکم ہے' ظلم سے پاک ہے' ایک ذرے برابر بھلائی' برائی ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیتا ہے۔

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

ع ۱۰ ۸

ان سے تم جنگ کرو' اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب کرے گا' انہیں ذلیل اور رسوا کرے گا' تمہیں ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا ○ اور ان کے دل کا غم و غصہ دور کر دے گا اور جس کی طرف چاہے گا' رحمت سے توجہ فرمائے گا' اللہ جانتا بوجھتا حکمت والا ہے ○ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ نے تم میں سے انہیں ممتاز نہیں کیا جو مجاہد ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بناتے اور اللہ خوب خبردار ہے ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو ○

مسلمان بھی آزمائے جائیں گے: ☆☆ (آیت: ۱۴-۱۶) یہ ناممکن ہے کہ امتحان کے بغیر مسلمان بھی چھوڑ دیئے جائیں' سچے اور جھوٹے مسلمان کو ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے۔ وَلِيْجَةً کے معنی بھیدی اور دخل دینے والے کے ہیں۔ پس سچے وہ ہیں جو جہاد میں آگے بڑھ کر حصہ لیں اور ظاہر و باطن میں اللہ اور رسول کی خیر خواہی اور حمایت کریں' ایک قسم کا بیان دوسری قسم کو ظاہر کر دیتا تھا اس لیے دوسری قسم کے لوگوں کا بیان چھوڑ دیا۔ ایسی عبارتیں شاعروں کے شعروں میں بھی ہیں۔ ایک جگہ قرآن کریم میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ صرف یہ کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش ہو گی ہی نہیں حالانکہ اگلے مومنوں کی بھی ہم نے آزمائش کی'

یادرکھو اللہ سچے جھوٹوں کو ضرور الگ الگ کردے گا- اور آیت میں اسی مضمون کو اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ الخ' کے لفظوں میں بیان فرمایا ہے- اور آیت میں ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ' اللہ ایسا نہیں کہ تم مومنوں کو تمھاری حالت پر ہی چھوڑ دے اور امتحان کر کے یہ نہ معلوم کرلے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے؟ پس جہاد کے مشروع کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے' گو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے' جو ہوگا وہ بھی اسے معلوم ہے اور جو نہیں ہوا اور جب ہوگا' تب کس طرح ہوگا یہ بھی وہ جانتا ہے' چیز کے ہونے سے پہلے ہی اسے اس کا علم ہے اور ہر چیز کی ہر حالت سے وہ واقف ہے' لیکن وہ چاہتا ہے کہ دنیا پر بھی کھرا کھوٹا' سچا جھوٹا ظاہر کر دے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے اور نہ اس کی قضاو قدر اور ارادے کو کوئی بدل سکتا ہے-

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰۗىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸

ناممکن ہے کہ مشرک اللہ کی مسجدوں کی آبادی کرلیں وہ خود اپنے کفر کے آپ ہی گواہ ہیں' ان کے اعمال غارت واکارت ہیں اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں ○ اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں' نمازوں کے پابند ہوں' زکوٰۃ دیتے ہوں' اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں پس یہی لوگ یقیناً راہ یافتہ ہیں ○

مشرکوں کو اللہ کے گھر سے کیا تعلق؟☆☆ (آیت: ۱۷-۱۸) یعنی اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو اللہ کی مسجدوں (کی تعمیر) کرنے والے بننا لائق ہی نہیں' یہ مشرک ہیں' بیت اللہ سے انہیں کیا تعلق؟ مساجد کو مسجد بھی پڑھا گیا ہے- پس مراد مسجد حرام ہے جو روئے زمین کی مسجدوں سے اشرف ہے' اول دن سے صرف اللہ کی عبادت کے لیے بنائی گئی ہے' جس کی بنیادیں خلیل اللہ نے رکھی تھیں اور یہ لوگ مشرک ہیں- حال وقال دونوں اعتبار سے' تم نصرانی سے پوچھو' وہ صاف کہے گا' میں نصرانی ہوں' یہود سے پوچھو وہ اپنی یہودیت کا اقرار کریں گے' صابی سے پوچھو' وہ اپنا صابی ہونا اپنی زبان سے کہے گا' اسی طرح مشرک بھی اپنے مشرک ہونے کے اقراری ہیں- ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لیے ناری ہیں' یہ تو مسجد حرام سے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہی ہیں' گو یہ کہیں' لیکن یہ اللہ کے اولیاء نہیں' اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو متقی ہوں لیکن اکثر لوگ علم سے کورے اور خالی ہوتے ہیں- ہاں بیت اللہ کی آبادی مومنوں کے ہاتھوں ہوتی ہے' پس جس کے ہاتھ سے مسجدوں کی آبادی ہو' اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے- مسند میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو' پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی- اور حدیث میں ہے' مسجدوں کو آباد کرنے والے اللہ والے ہیں- اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے- اور حدیث میں ہے' اللہ عزوجل فرماتا ہے' مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کو آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے

عذاب ہٹا لیتا ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے‘ جس طرح بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکھری بکری کو پکڑ کر لے جاتا ہے‘ پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو‘ جماعت کو اور عوام کو اور مسجد کو لازم پکڑے رکھو۔ اصحاب رسولؐ کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر اللہ کا گھر ہیں‘ جو ان میں داخل ہو اللہ کا ان پر حق ہے کہ وہ مساجد کا احترام کریں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں‘ جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آ کر با جماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی‘ وہ اللہ کا نافرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا‘ نمازی بدنی عبادت‘ نماز کے پابند ہوتے ہیں اور مالی عبادت‘ زکوٰۃ کے بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں‘ ان کی بھلائی اپنے لیے بھی ہوتی ہے اور پھر عام مخلوق کے لیے بھی ہوتی ہے‘ ان کے دل اللہ کے سوا اور کسی سے ڈرتے نہیں‘ یہی راہ یافتہ لوگ ہیں‘ موحد‘ ایماندار‘ قرآن و حدیث کے ماتحت‘ پانچوں نمازوں کے پابند‘ صرف اللہ کا خوف کھانے والے‘ اس کے سوا دوسرے کی بندگی نہ کرنے والے ہی راہ یافتہ اور کامیاب اور با مقصد ہیں۔ یہ یاد رہے کہ بقول حضرت ابن عباسؓ قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ عسیٰ ہے‘ وہاں یقین کے معنی میں ہے‘ امید کے معنی میں نہیں مثلاً فرمان ہے عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا تو مقام محمود میں پہنچانا یعنی حضورؐ کا شافع محشر ہونا یقینی چیز ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں‘ عسیٰ کلام اللہ میں حق و یقین کے لیے آتا ہے۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلا دینا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پر‘ آخرت کے دن پر ایمان لائے اور راہ اللہ میں جہاد کرے‘ یہ اللہ کے نزدیک برابری کے نہیں ہیں‘ اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو راہ نہیں دکھاتا ○

سب سے بڑی عبادت اللہ کی راہ میں جہاد ہے: ☆☆ (آیت: ۱۹) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں کا قول تھا کہ بیت اللہ کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی سعادت ایمان و جہاد سے بہتر ہے‘ ہم چونکہ یہ دونوں خدمتیں انجام دے رہے ہیں‘ اس لیے ہم سے بہتر کوئی نہیں۔ اللہ نے ان کے فخر و غرور اور حق سے تکبر اور منہ پھیرنے کو بے نقاب کیا کہ میری آیات کی تمہارے سامنے تلاوت ہوتے ہوئے تم ان سے بے پرواہی سے منہ موڑ کر اپنی بات چیت میں مشغول رہتے ہو‘ پس تمہارا گمان بے جا‘ تمہارا غرور غلط‘ تمہارا فخر نامناسب ہے ویسے بھی اللہ کے ساتھ ایمان اور اس کی راہ میں جہاد بہت بڑی چیز ہے لیکن تمہارے مقابلے میں تو وہ اور بھی بڑی چیز ہے کیونکہ اگر تمہاری کوئی نیکی ہو بھی تو اسے شرک کا کیڑا کھا جاتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ یہ دونوں گروہ برابر کے نہیں‘ یہ تو خود کو آبادی کرنے والا کہتے تھے‘ اللہ نے ان کا نام ظالم رکھا‘ ان کی اللہ کے گھر کی خدمت بے کار کر دی گئی۔ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی قید کے زمانے میں صحابہ سے کہا تھا کہ تم اگر اسلام و جہاد میں تھے تو ہم بھی اللہ کے گھر کی خدمت اور حاجیوں کو آرام پہنچانے میں تھے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ شرک کے وقت کی نیکی بے کار ہے‘ صحابہؓ نے جب ان پر لے دے شروع کی تو حضرت عباسؓ نے کہا تھا کہ ہم مسجد حرام کے متولی تھے‘ ہم غلاموں کو آزاد کرتے تھے‘ ہم بیت اللہ کو غلاف چڑھاتے تھے‘ ہم حاجیوں کو پانی پلاتے تھے‘ اس پر یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ یہ گفتگو حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان ہوئی تھی۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

جو لوگ ایمان لائے' ہجرت کی' راہ اللہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا' وہ اللہ کے ہاں بہت بڑے مرتبے والے ہیں اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں ○ انہیں ان کا رب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور جنتوں کی' ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے ○ وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اللہ کے پاس یقیناً بہت بڑے ثواب ہیں ○

مروی ہے عثمان بن طلحہ' عباس بن عبدالمطلب' علی بن ابی طالبؓ بیٹھے بیٹھے اپنی اپنی بزرگیاں بیان کرنے لگے' عثمانؓ نے کہا' میں بیت اللہ کا کنجی بردار ہوں' میں اگر چاہوں' وہاں رات گذار سکتا ہوں- عباسؓ نے کہا' میں زمزم کا پانی پلانے والا ہوں اور اس کا نگہبان ہوں' اگر چاہوں تو مسجد میں ساری رات رہ سکتا ہوں- علیؓ نے کہا میں نہیں جانتا تم دونوں صاحب کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے لوگوں سے چھ ماہ پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے' میں مجاہد ہوں' اس پر یہ پوری آیت اتری- عباسؓ نے اپنا ڈر ظاہر کیا کہ کہیں میں چاہ زمزم کے پانی پلانے کے عہدے سے نہ ہٹا دیا جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' نہیں تم اپنے منصب پر فائز رہو' تمہارے لیے اس میں بھلائی ہے' اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے جس کا ذکر بھی یہاں ضروری ہے' حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر اسلام کے بعد میں کوئی عمل نہ کروں تو مجھے پرواہ نہیں' بجز اس کے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاؤں' دوسرے نے اسی طرح مسجد حرام کی آبادی کو کہا' تیسرے نے اسی طرح راہ رب کے جہاد کو کہا' حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ منبر رسول اللہؐ کے سامنے آوازیں بلند نہ کرو' یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے' جمعہ کے بعد ہم سب آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی- اور روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے وعدہ کیا تھا کہ نماز جمعہ کے بعد میں خود جا کر حضورؐ سے یہ بات دریافت کروں گا-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰي يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

ع ۸

اے مسلمانو دوست نہ بناؤ اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو اگر وہ کفر کو اسلام سے زیادہ عزیز رکھیں تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے وہ پورا گنہگار ظالم ہے ○ کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا ○

ترک موالات ومودت کا حکم: ☆☆ (آیت: ۲۳-۲۴) اللہ تعالیٰ کافروں سے ترک موالات کا حکم دیتا ہے- ان کی دوستیوں سے روکتا ہے گو وہ ماں باپ ہوں، بہن بھائی ہوں، بشرطیکہ وہ کفر کو اسلام پر ترجیح دیں- اور آیت میں ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ اللہ پر اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو ہرگز اللہ اور رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرنے والا نہیں پائے گا گو وہ ان کے باپ ہوں، بیٹے ہوں، بھائی ہوں یا رشتے دار ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا گیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید فرمائی ہے انہیں نہروں والی جنت میں پہنچائے گا- بیہقی میں ہے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ نے بدر والے دن ان کے سامنے اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں، آپ نے اسے ہر چند روکنا چاہا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا، باپ بیٹے میں جنگ شروع ہوگئی، آپ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اس پر آیت لَا تَجِدُ الخ نازل ہوئی-

پھر ایسا کرنے والوں کو ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر یہ رشتے اور اپنے حاصل کیے ہوئے مال اور مندے ہو جانے کی دہشت کی تجارتیں اور پسندیدہ مکانات اگر تمہیں اللہ اور رسولؐ سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو پھر تمہیں اللہ کے عذاب کو برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے، ایسے بدکاروں کو اللہ بھی راستہ نہیں دکھاتا- رسول اللہ ﷺ صحابہؓ کے ساتھ جا رہے تھے، حضرت عمرؓ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا، حضرت عمرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں سوائے میری اپنی جان کے، حضورؐ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم اب آپ کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے آپ نے فرمایا، اے عمرؓ تو مومن ہو گیا (بخاری شریف)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ﴿۲۵﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جبکہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہونے لگا تھا لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ○

صحیح حدیث میں آپ کا فرمان ثابت ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ سے، اولاد اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں- مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے، آپ فرماتے ہیں جب تم عینہ (بیع العینة یعنی کسی چیز کو اس کی اصلی قیمت سے زیادہ قیمت پر ادھار بیچنا) کی خرید و فروخت کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دمیں تھام لو گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور وہ اس وقت تک دور نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ-

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۷

پھر اللہ نے اپنی طرف کی تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی اور ان کفار کا یہی بدلہ تھا ○ پھر اس کے بعد بھی جس پر چاہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی توجہ فرمائے گا اور اللہ ہے ہی بخشش و مہربانی کرنے والا ○

نصرت الٰہی کا ذکر: ☆☆ (آیت: ۲۶-۲۷) مجاہدؒ کہتے ہیں براۃ کی یہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنا بہت بڑا احسان مومنوں پر ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے نبیؐ کے ساتھیوں کی خود امداد فرمائی' انہیں دشمنوں پر غالب کر دیا اور ایک جگہ نہیں ہر جگہ اس کی مدد شامل حال رہی' اسی وجہ سے فتح وظفر نے کبھی ہم رکابی نہ چھوڑی' یہ صرف تائید ربانی تھی نہ کہ مال اسباب اور ہتھیار کی فراوانی اور نہ تعداد کی زیادتی - یاد کرلو حنین والے دن تمہیں ذرا اپنی تعداد کی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو کیا حال ہوا؟ پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے تھے' صرف چند گنتی کے لوگ ہی اللہ کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ ٹھہرے' اسی وقت اللہ کی مدد نازل ہوئی' اس نے دلوں میں تسکین ڈال دی' یہ اس لئے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ مدد اسی اللہ کی طرف سے ہے' اس کی مدد سے چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بڑے بڑے گروہوں کے منہ پھیر دیئے ہیں' اللہ کی امداد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے - یہ واقعہ ہم عنقریب تفصیل وار بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ -

مسند کی حدیث میں ہے' بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے اور بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کی تعداد تو اپنی زیادتی کے باعث کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی' یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے' امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں اور یہ روایت سوائے ایک راوی کے باقی سب راویوں نے مرسل بیان کی ہے - ابن ماجہ اور بیہقی میں بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے - واللہ اعلم - سنہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ماہ شوال میں جنگ حنین ہوئی تھی' جب حضورؐ فتح مکہ سے فارغ ہوئے اور ابتدائی امور سب انجام دے چکے اور عموماً مکی حضرات مسلمان ہو چکے اور انہیں آپ آزاد بھی کر چکے تو آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن جمع ہوا ہے اور آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے' ان کا سردار مالک بن عوف نصری ہے' ثقیف کا سارا قبیلہ ان کے ساتھ ہے' اسی طرح بنو جشم' بنو سعد بن بکر بھی ہیں اور بنو ہلال کے کچھ لوگ بھی ہیں اور کچھ لوگ بنو عمرو بن عامر کے اور عون بن عامر کے بھی ہیں' یہ سب لوگ مع اپنی عورتوں اور بچوں اور گھریلو مال کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں' یہاں تک کہ اپنی بکریوں اور اونٹوں کو بھی انہوں نے ساتھ ہی رکھا - تو آپ اس لشکر کو لے کر جو آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار وغیرہ کا تھا' ان کے مقابلہ کے لئے چلے' قریباً دو ہزار نو مسلم مکی بھی آپ کے ساتھ ہو لئے' مکہ اور طائف کے درمیان کی وادی میں دونوں لشکر مل گئے اس جگہ کا نام حنین تھا - صبح سویرے منہ اندھیرے قبیلہ ہوازن جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے' انہوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا بے پناہ تیر باری کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تلواریں چلانی شروع کر دیں' یہاں مسلمانوں میں دفعتاً ابتری پھیل گئی اور یہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے' لیکن رسول اللہ ﷺ ان کی طرف بڑھے آپ اس وقت سفید خچر پر سوار تھے -

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے جانور کی دائیں جانب سے نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بائیں طرف سے نکیل پکڑے ہوئے تھے۔ جانور کی تیزی کو یہ لوگ روک رہے تھے۔ آپ باآواز بلند اپنا نام لے کر لوگوں کو پہچان کرا رہے تھے مسلمانوں کو واپسی کا حکم فرما رہے تھے اور ندا کرتے جاتے تھے کہ اللہ کے بندو کہاں چلے' میری طرف آؤ' میں اللہ کا سچا رسولؐ ہوں' میں نبی ہوں' جھوٹا نہیں ہوں' میں اولاد عبدالمطلب میں سے ہوں' آپ کے ساتھ اس وقت صرف اسی یا سو کے قریب صحابہؓ رہ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عباس' حضرت علی' حضرت فضل بن عباس' حضرت ابوسفیان بن حارث' حضرت ایمن بن ام ایمن' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ کے ساتھ ہی تھے۔

پھر آپ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو جو بہت بلند آواز والے تھے' حکم دیا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے میرے صحابیوں کو آواز دو کہ وہ نہ بھاگیں' پس آپ نے یہ کہہ کر کہ اے ببول کے درخت تلے بیعت کرنے والو! اے سورہ بقرہ کے حاملو! پس یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچی تھی کہ انہوں نے ہر طرف سے لبیک لبیک کہنا شروع کیا اور آواز کی جانب لپک پڑے اور اسی وقت لوٹ کر آپ کے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ اگر کسی کا اونٹ اڑ گیا تو اس نے اپنی زرہ پہن لی اور اونٹ پر سے کود گیا اور پیدل سرکار نبوتؐ میں حاضر ہو گیا۔ جب کچھ جماعت آپ کے اردگرد جمع ہو گئی' آپؐ نے اللہ سے دعا مانگنی شروع کی کہ بارالٰہی جو وعدہ تیرا میرے ساتھ ہے' اسے پورا فرما۔ پھر آپؐ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور اسے کافروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی آنکھیں اور ان کا منہ بھر گیا۔ وہ لڑائی کے قابل نہ رہے۔ ادھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا۔ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور مسلمانوں کی باقی فوج حضورؐ کے پاس پہنچی۔ اتنی دیر میں تو انہوں نے ان کفار کو قید کر کے حضورؐ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔

مسند احمد میں ہے حضرت عبدالرحمٰن فہری جن کا نام یزید بن اسید ہے یا یزید بن انیس ہے اور کرز بھی کہا گیا ہے' فرماتے ہیں کہ میں اس معرکے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا' دن سخت گرمی والا تھا۔ دوپہر کو ہم درختوں کے سائے تلے ٹھہر گئے۔ سورج کے ڈھلنے کے بعد میں نے اپنے ہتھیار لگائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں پہنچا۔ سلام کے بعد میں نے کہا' حضورؐ ہوائیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' ہاں ٹھیک ہے بلال! اس وقت بلالؓ ایک درخت کے سائے میں تھے۔ حضور کی آواز سنتے ہی پرندے کی طرح گویا اڑ کر لبیك و سعدیك و انا فداوك کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا' میری سواری تیار کرو۔ اسی وقت انہوں نے زین نکالی جس کے دونوں پلے کھجور کی رسی کے تھے جس میں کوئی فخر وغرور کی چیز نہ تھی۔ جب کس چکے تو حضورؐ سوار ہوئے۔ ہم نے صف بندی کر لی' شام اور رات اسی طرح گذری۔ پھر دونوں لشکروں کی مڈبھیڑ ہو گئی تو مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے جیسے قرآن نے فرمایا ہے' حضورؐ نے آواز دی کہ اے اللہ کے بندو! میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ اے مہاجرین! میں اللہ کا بندہ اور رسول اللہ ہوں۔ پھر اپنے گھوڑے سے اتر پڑے۔ مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور یہ فرما کر کہ ان کے چہرے بگڑ جائیں' کافروں کی طرف پھینک دی۔ اسی سے اللہ نے انہیں شکست دے دی۔ ان مشرکوں کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ میں یہ مٹی نہ آئی ہو۔ اسی وقت ہمیں ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا زمین و آسمان کے درمیان لوہا کسی لوہے کے طشت پر بج رہا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بھاگے ہوئے مسلمان جب ایک سو آپ کے پاس واپس پہنچ گئے' آپؐ نے اسی وقت حملہ کا حکم دے دیا۔ اول تو منادی انصار کی تھی پھر خزرج ہی پر رہ گئی۔ یہ قبیلہ لڑائی کے وقت بڑا ہی صابر تھا۔ آپؐ نے اپنی سواری پر سے میدان جنگ کا نظارہ دیکھا اور فرمایا' اب لڑائی گرما گرمی سے ہو رہی ہے۔ اس میں ہے کہ اللہ نے جس کافر کو چاہا قتل کرا دیا جسے چاہا قید کرا دیا۔ اور ان کے مال اور

اولادیں اپنے نبی کو نے میں دلا دیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا' اے ابوعمارہ کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے حنین والے دن بھاگ نکلے تھے؟ آپ نے فرمایا لیکن رسول اللہ ﷺ کا قدم پیچھے نہیں ہٹا تھا۔ بات یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ تیراندازی کے فن کے استاد تھے۔ اللہ کے فضل سے ہم نے انہیں پہلے ہی حملے میں شکست دے دی لیکن جب لوگ مال غنیمت پر جھک پڑے' انہوں نے موقعہ دیکھ کر پھر جو پوری مہارت کے ساتھ تیروں کی بارش برسائی تو یہاں بھگدڑ مچ گئی۔

سبحان اللہ رسول اللہ ﷺ کی کامل شجاعت اور پوری بہادری کا موقع تھا۔ لشکر بھاگ نکلا ہے۔ اس وقت آپ کسی تیز سواری پر نہیں جو بھاگنے دوڑنے میں کام آئے بلکہ خچر پر سوار ہیں اور مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنے تئیں چھپاتے نہیں بلکہ اپنا نام اپنی زبان سے پکار پکار کر بتا رہے ہیں کہ نہ پہچاننے والے بھی پہچان لیں۔ خیال فرمایئے کہ کس قدر ذات واحد پر آپ کا توکل ہے اور کتنا کامل یقین آپ کو اللہ کی مدد پر ہے۔ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امر رسالت کو پورا کر کے ہی رہے گا اور آپ کے دین کو دنیا کے اور دینوں پر غالب کر کے ہی رہے گا فصلوات الله و سلامه عليه ابدا۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ پر اور مسلمانوں کے اوپر سکینت نازل فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں کا لشکر بھیجتا ہے جنہیں کوئی نہ دیکھتا تھا۔ ایک مشرک کا بیان ہے کہ حنین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے' ایک بکری کا دودھ نکالا جائے اتنی دیر بھی ہم نے انہیں اپنے سامنے جمنے نہیں دیا' فوراً بھاگ کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کا تعاقب شروع کیا یہاں تک کہ ہمیں ایک صاحب سفید خچر پر سوار نظر پڑے۔ ہم نے دیکھا کہ خوبصورت نورانی چہرے والے کچھ لوگ ان کے اردگرد ہیں۔ ان کی زبان سے نکلا کہ تمہارے چہرے بگڑ جائیں۔ واپس لوٹ جاؤ۔ بس یہ کہنا تھا کہ ہمیں شکست ہوگئی یہاں تک کہ مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں' میں بھی اس لشکر میں تھا۔ آپؐ کے ساتھ صرف اسی مہاجر و انصار رہ گئے تھے۔ ہم نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی۔ ہم پر اللہ نے اطمینان وسکون نازل فرما دیا تھا۔ حضورؐ اپنے سفید خچر پر سوار دشمنوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جانور نے ٹھوکر کھائی۔ آپ زین پر سے نیچے جھک گئے۔ میں نے آواز دی کہ حضورؐ اونچے ہو جایئے۔ اللہ آپ کو اونچا ہی رکھے۔ آپ نے فرمایا ایک مٹھی مٹی کی تو بھر دو۔ میں نے بھر دی۔ آپؐ نے کافروں کی طرف پھینکی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں۔ پھر فرمایا مہاجر و انصار کہاں ہیں میں نے کہا یہیں ہیں۔ فرمایا۔ انہیں آواز دو۔ میرا آواز دینا تھا کہ وہ تلواریں سونتے ہوئے لپک لپک کر آ گئے۔ اب تو مشرکین کی کچھ نہ چلی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

بیہقی کی ایک روایت میں ہے' شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حنین کے دن جب کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اور آپ تنہا رہ گئے ہیں تو مجھے بدر والے دن اپنے باپ اور چچا کا مارا جانا یاد آ گیا کہ وہ علیؓ اور حمزہؓ کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کے انتقام لینے کا اس سے اچھا موقعہ اور کون سا ملے گا؟ آؤ پیغمبر کو قتل کر دو۔ اس ارادے سے میں آپ کی دائیں جانب بڑھا لیکن وہاں میں نے عباس بن عبدالمطلب کو پایا۔ سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا کہ یہ چچا ہیں۔ اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کریں گے چلو بائیں جانب سے جا کر اپنا کام کروں ادھر سے آیا تو دیکھا ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کھڑے ہیں۔ میں نے کہا ان کے بھی چچا کے لڑکے بھائی ہیں۔ اپنے بھائی کی ضرور حمایت کریں گے۔ پھر میں کاوا کاٹ کر پیچھے کی طرف آیا۔ آپ کے قریب پہنچ گیا۔ اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تلوار سونت کر وار کر دوں کہ میں نے دیکھا ایک آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑا چاہتا ہے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا۔ اسی وقت حضورؐ نے میری جانب التفات کیا اور

فرمایا شیبہ میرے پاس آ' اللہ اس کے شیطان کو دور کر دے۔ اب میں نے آنکھ کھول کر جو رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو واللہ آپ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ آپ نے فرمایا شیبہ جا کافروں سے لڑ' شیبہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں آنحضرتؐ کے ساتھیوں میں میں بھی تھا لیکن میں اسلام کی وجہ سے یا اسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا' واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آ جائیں؟ میں آپ کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا جو میں نے ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ کر کہا' یا رسول اللہ میں تو ابلق رنگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں' آپؐ نے فرمایا' شیبہ وہ تو سوا کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔ پھر آپ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دعا کی' یا اللہ شیبہ کو ہدایت کر' پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا۔ واللہ آپ کا ہاتھ ہٹنے سے پہلے ہی ساری دنیا سے زیادہ آپ کی محبت میں اپنے دل میں پانے لگا۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں اس غزوے میں آپؐ کے ہم رکاب تھا۔ میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آسمان سے اتر رہی ہے۔ چیونٹیوں کی طرح اس نے میدان گھیر لیا اور اسی وقت مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے۔ واللہ ہمیں کوئی شک نہیں کہ وہ آسمانی مدد تھی۔ یزید بن عامر سوابی اپنے کفر کے زمانے میں جنگ حنین میں کافروں کے ساتھ تھا۔ بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ان سے جب دریافت کیا جاتا کہ اس موقعہ پر تمہارے دلوں کا رعب وخوف سے کیا حال تھا؟ تو وہ طشت میں کنکریاں رکھ کر بجا کر کہتے' بس یہی آواز ہمیں ہمارے دل سے آ رہی تھی' بے طرح کلیجا اچھل رہا تھا۔ اور دل دہل رہا تھا۔

صحیح مسلم میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں الغرض کفار کو اللہ نے یہ سزا دی اور یہ ان کے کفر کا بدلہ تھا۔ باقی ہوازن پر اللہ نے مہربانی فرمائی۔ انہیں توبہ نصیب ہوئی۔ مسلمان ہو کر خدمت مخدوم میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ فتح مندی کے ساتھ لوٹتے ہوئے مکہ شریف جعرانہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ جنگ کو بیس دن کے قریب گذر چکے تھے اسی لئے آپؐ نے فرمایا کہ اب تم دو چیزوں میں سے ایک پسند کر لو یا تو قیدی یا مال؟ انہوں نے قیدیوں کا واپس لینا پسند کیا۔ ان قیدیوں کی' چھوٹوں بڑوں کی' مرد عورت کی' بالغ نابالغ کی تعداد چھ ہزار تھی۔ آپ نے یہ سب انہیں لوٹا دیئے ان کا مال بطور غنیمت کے مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔ اور نومسلم جو مکہ کے آزاد کردہ تھے انہیں بھی آپ نے اس مال میں سے دیا کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے مائل ہو جائیں۔ ان میں سے ایک ایک کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ مالک بن عوف نصری کو بھی آپ نے سو اونٹ دیئے اور اسی کو اس کی قوم کا سردار بنا دیا جیسے کہ وہ تھا۔ اسی کی تعریف میں اسی نے اپنے مشہور قصیدے میں کہا ہے کہ میں نے تو حضرت محمد ﷺ جیسا نہ کسی اور کو دیکھا نہ سنا۔ دینے میں اور' بخشش وعطا کرنے میں اور' قصوروں سے درگذر کرنے میں دنیا میں آپ کا ثانی نہیں۔ آپ کل قیامت کے دن ہونے والے تمام امور سے مطلع فرماتے رہتے ہیں' یہی نہیں شجاعت اور بہادری میں بھی آپ بے مثل ہیں' میدان جنگ میں گرجتے ہوئے شیر کی طرح آپ دشمنوں کی طرف بڑھتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا

بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾

اے ایمان والو! مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں۔ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائیں۔ اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے تو اللہ تمہیں دولت مند کر دے گا۔ اپنے فضل سے اگر چاہے' اللہ علم و حکمت والا ہے ○ لڑو ان لوگوں سے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ جو حرام نہیں جانتے اسے جسے اللہ نے اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔ نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں ○

مشرکین کو حدود حرم سے نکال دو : ☆☆ (آیت: ۲۸-۲۹) اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین اپنے پاک دین والے پاکیزگی اور طہارت والے مسلمان بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ وہ دین کی رو سے نجس مشرکوں کو بیت اللہ شریف کے پاس نہ آنے دیں' یہ آیت سنہ ۹ ہجری میں نازل ہوئی۔ اسی سال آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ مجمع حج میں اعلان کر دو کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی ننگا شخص بیت اللہ شریف کا طواف نہ کرے' اس شرعی حکم کو اللہ تعالیٰ قادر و قیوم نے یوں ہی پورا کیا کہ نہ وہاں مشرکوں کو داخلہ نصیب ہوا نہ کسی نے اس کے بعد عریانی کی حالت میں اللہ کے گھر کا طواف کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ غلام اور ذمی شخص کو مستثنیٰ بتاتے ہیں۔ مسند کی حدیث میں فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ہماری اس مسجد میں اس کے بعد سوائے معاہدہ والے اور تمام غلاموں کے اور کوئی کافر نہ آئے۔ لیکن اس مرفوع سے زیادہ صحیح سند والی موقوف روایت ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے فرمان جاری کر دیا تھا کہ یہود و نصرانی کو مسلمانوں کی مسجدوں میں نہ آنے دو۔ ان کا یہ امتناعی حکم اسی آیت کے تحت تھا۔ حضرت عطا فرماتے ہیں کہ حرم سارا اس حکم میں مثل مسجد حرام کے ہے۔ یہ آیت مشرکوں کی نجاست پر بھی دلیل واثق ہے۔ صحیح حدیث میں ہے' مومن نجس نہیں ہوتا۔ باقی رہی یہ بات کہ مشرکوں کا بدن اور ذات بھی نجس ہے یا نہیں' جمہور کا قول تو یہ ہے کہ نجس نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہے۔ بعض ظاہر یہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کے بدن بھی ناپاک ہیں۔

حسنؒ فرماتے ہیں جو ان سے مصافحہ کرے' وہ ہاتھ دھو ڈالے۔ اس حکم پر بعض لوگوں نے کہا کہ پھر تو ہماری تجارت کا مندا ہو جائے گا۔ ہمارے بازار بے رونق ہو جائیں گے اور بہت سے فائدے جاتے رہیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ غنی و حمید فرماتا ہے کہ تم اس بات سے نہ ڈرو' اللہ تمہیں اور بہت سی صورتوں سے دلا دے گا' تمہیں اہل کتاب سے جزیہ دلائے گا۔ اور تمہیں غنی کر دے گا۔ تمہاری مصلحتوں کو تم سے زیادہ رب جانتا ہے' اس کا حکم' اس کی ممانعت کسی نہ کسی حکمت سے ہی ہوتی ہے۔ یہ تجارت اتنے فائدے کی نہیں جتنا فائدہ وہ تمہیں جزیئے سے دیتا ہے۔ ان اہل کتاب سے جو اللہ' اس کے رسولؐ' اور قیامت کے منکر ہیں' جو کسی نبی کے صحیح معنی میں پورے متبع نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کے اور اپنے بڑوں کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں' اگر انہیں اپنے نبیؐ پر' اپنی شریعت پر پورا ایمان ہوتا تو وہ ہمارے اس نبیؐ پر بھی ضرور ایمان لاتے' ان کی بشارت تو ہر نبی دیتا رہا' ان کی اتباع کا حکم ہر نبی نے دیا لیکن باوجود اس کے وہ اس اشرف الرسل کے انکاری ہیں۔

پس اگلے نبیوں کی شرع سے بھی درصل انہیں کوئی دور کا سروکار بھی نہیں- اسی وجہ سے ان نبیوں کا زبانی اقرار ان کے لئے بے سود ہے کیونکہ یہ سیدالانبیاء افضل الرسل خاتم النبیین اکمل المرسلین سے کفر کرتے ہیں- اس لئے ان سے بھی جہاد کرو- ان سے جہاد کے حکم کی یہ پہلی آیت ہے- اس وقت تک آس پاس کے مشرکین سے جنگ ہو چکی تھی- ان میں سے اکثر توحید کے جھنڈے تلے آ چکے تھے- جزیرۃ العرب میں اسلام نے جگہ کر لی تھی اب یہود و نصاریٰ کی خبر لینے اور انہیں راہ حق دکھانے کا حکم ہوا- سنہ ۹ ہجری میں یہ حکم اترا اور آپ نے رومیوں سے جہاد کی تیاری کی لوگوں کو اپنے ارادے سے مطلع کیا مدینہ کے اردگرد کے عربوں کو آمادہ کیا اور تقریباً تیس ہزار کا لشکر لے کر روم کا رخ کیا- بجز منافقین کے یہاں کوئی نہ رکا سوائے بعض کے- موسم سخت گرم تھا پھلوں کا وقت تھا روم سے جہاد کے لئے شام کے ملک کا دور دراز کا کٹھن سفر تھا- تبوک تک تشریف لے گئے وہاں تقریباً بیس روز قیام فرمایا پھر اللہ سے استخارہ کر کے حالت کی تنگی اور لوگوں کی ضعیفی کی وجہ سے واپس لوٹے- جیسے کہ عنقریب اس کا واقعہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا- اسی آیت سے استدلال کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے اور ان جیسوں سے ہی لیا جائے جیسے مجوس ہیں چنانچہ ہجر کے مجوسیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیا تھا-

امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے اور مشہور مذہب امام احمدؒ کا بھی ہے- امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں سب عجمیوں سے لیا جائے خواہ وہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرک ہوں- ہاں عرب میں سے صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے- امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جزیئے کا لینا تمام کفار سے جائز ہے خواہ وہ کتابی ہوں یا مجوسی ہوں یا بت پرست وغیرہ ہوں- ان مذاہب کے دلائل وغیرہ کی تفصیل کی جگہ نہیں- واللہ اعلم-

پس فرماتا ہے کہ جب تک وہ ذلت و خواری کے ساتھ اپنے ہاتھوں جزیہ نہ دیں انہیں نہ چھوڑو- پس اہل ذمہ کو مسلمانوں پر عزت و توقیر دینی اور انہیں اوج و ترقی دینی جائز نہیں، صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' یہود و نصاریٰ سے سلام کی ابتداء نہ کرو اور جب ان سے کوئی راستے میں مل جائے تو اسے تنگی سے مجبور کرو- یہی وجہ تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ایسی ہی شرطیں کی تھیں- عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کہتے ہیں' میں نے اپنے ہاتھ سے عہد نامہ لکھ کر حضرت عمرؓ کو دیا تھا کہ اہل شام کو فلاں فلاں شہری لوگوں کی طرف سے یہ معاہدہ ہے-

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہ جب آپ کے لشکر ہم پر آئے' ہم نے آپ سے اپنی جان' مال اور اہل و عیال کے لئے امن طلب کی- ہم ان شرطوں پر وہ امن حاصل کرتے ہیں کہ ہم اپنے ان شہروں میں اور ان کے آس پاس کوئی گرجا گھر اور خانقاہ نئی نہیں بنائیں گے- مندر اور نہ ایسے کسی خرابی والے مکان کی اصلاح کریں گے اور جو مٹ چکے ہیں' انہیں درست نہیں کریں گے- ان میں اگر کوئی مسلمان مسافر اترنا چاہے تو روکیں گے نہیں خواہ دن ہو یا رات ہو- ہم ان کے دروازے رہ گذر اور مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے اور جو مسلمان آئے' ہم اس کی تین دن تک مہمانداری کریں گے' ہم اپنے ان مکانوں یا رہائشی مکانوں وغیرہ میں کہیں کسی جاسوس کو نہ چھپائیں گے' مسلمانوں سے کوئی دھوکہ فریب نہیں کریں گے' اپنی اولاد کو قرآن نہ سکھائیں گے' شرک کا اظہار نہ کریں گے نہ کسی کو شرک کی طرف بلائیں گے' ہم میں سے کوئی اگر اسلام قبول کرنا چاہے' ہم اسے ہرگز نہ روکیں گے' مسلمانوں کی توقیر و عزت کریں گے' ہماری جگہ اگر وہ بیٹھنا چاہیں تو ہم اٹھ کر انہیں جگہ دے دیں گے' ہم مسلمانوں سے کسی چیز میں برابری نہ کریں گے' نہ لباس میں نہ جوتی میں نہ مانگ نکالنے میں' ہم ان کی زبانیں نہیں بولیں گے' ان کی کنیتیں نہیں رکھیں گے' زین والے گھوڑوں پر سواریاں نہ کریں گے' تلواریں نہ لٹکائیں گے نہ اپنے ساتھ رکھیں گے-

انگوٹھیوں پر عربی نقش نہیں کرائیں گے' شراب فروشی نہیں کریں گے' اپنے سروں کے اگلے بالوں کو ترشوا دیں گے اور جہاں کہیں ہوں گے' زنار ضرور تا ڈالے رہیں گے' صلیب کا نشان اپنے گرجوں پر ظاہر نہیں کریں گے۔ اپنی مذہبی کتابیں مسلمانوں کی گذرگاہوں اور بازاروں میں ظاہر نہیں کریں گے۔

گرجوں میں ناقوس بلند آواز سے بجائیں گے نہ مسلمانوں کی موجودگی میں باآواز بلند اپنی مذہبی کتابیں پڑھیں گے نہ اپنے مذہبی شعار کو راستوں پر کریں گے نہ اپنے مردوں پر اونچی آواز سے ہائے وائے کریں گے نہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے راستوں میں آگ لے کر جائیں گے' مسلمانوں کے حصے میں آئے ہوئے غلام ہم نہ لیں گے' مسلمانوں کی خیرخواہی ضرور کرتے رہیں گے۔ ان کے گھروں میں جھانکیں گے نہیں۔ جب یہ عہد نامہ حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ایک شرط اور بھی اس میں بڑھوائی کہ ہم کسی مسلمان کو ہرگز ماریں گے نہیں۔ یہ تمام شرطیں ہمیں قبول و منظور ہیں اور ہمارے سب ہم مذہب لوگوں کو بھی۔ انہی شرائط پر ہمیں امن ملا ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی ہم خلاف ورزی کریں تو ہم سے آپ کا ذمہ الگ ہو جائے گا اور جو کچھ آپ اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے کرتے ہیں' ان تمام کے مستحق ہم بھی ہو جائیں گے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾

یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ نصرانی کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے' یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے' اگلے منکروں کی بات کی یہ بھی ریس کرنے لگے' اللہ انہیں غارت کرے' کیسے پلٹائے جاتے ہیں ○

بزرگ بڑے نہیں' اللہ جل شانہ سب سے بڑا ہے: ☆☆ (آیت: ۳۰) ان تمام آیتوں میں بھی جناب باری عزوجل مومنوں کو مشرکوں' کافروں' یہودیوں اور نصرانیوں سے جہاد کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔ فرماتا ہے دیکھو وہ اللہ کی شان میں کیسی گستاخیاں کرتے ہیں یہود عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا بتاتے ہیں۔ اللہ اس سے پاک اور برتر و بلند ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ ان لوگوں کو حضرت عزیرؑ کی نسبت جو یہ وہم ہوا' اس کا قصہ یہ ہے کہ جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے ان کے علماء کو قتل کر دیا' ان کے رئیسوں کو قید کر لیا۔ عزیر علیہ السلام علم اٹھ جانے اور علماء کے قتل ہو جانے سے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے' اب جو رونا شروع کیا تو آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے۔ روتے روتے پلکیں بھی جھڑ گئیں۔ ایک دن اسی طرح روتے ہوئے ایک میدان سے گذر ہوا۔ دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے ہائے اب میرے کھانے کو کیا ہوگا؟ میرے کپڑوں کا کیا ہوگا؟ آپ اس کے پاس ٹھہر گئے اور اس سے فرمایا' اس شخص سے پہلے تجھے کون کھلاتا تھا اور کون پہناتا تھا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تو اب بھی زندہ باقی ہے۔ اس پر تو کبھی نہیں موت آئے گی۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا' اے عزیر پھر تو یہ تو بتا کہ بنی اسرائیل سے پہلے علماء کو کون علم سکھاتا تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ' اس نے کہا آپ یہ رونا دھونا لے کر کیوں بیٹھے ہیں؟ آپ کو سمجھ میں آ گیا کہ یہ جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہے' پھر آپ سے فرمایا گیا کہ فلاں نہر پر جا کر غسل کرو۔ وہیں دو رکعت نماز ادا کرو' وہاں تمہیں ایک شخص ملیں گے۔ وہ جو کچھ کھلائیں' وہ کھا لو۔

چنانچہ آپ وہیں تشریف لے گئے۔ نہا کر نماز ادا کی۔ دیکھا کہ ایک شخص ہیں۔ کہہ رہے ہیں۔ منہ کھولو آپ نے منہ کھول دیا۔ انہوں نے تین مرتبہ کوئی چیز آپ کے منہ میں بڑی ساری ڈالی۔ اسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور آپ تورات کے سب سے بڑے عالم بن گئے' بنی اسرائیل میں گئے۔ ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس تورات لایا ہوں۔ انہوں نے کہا' ہم سب آپ کے نزدیک سچے ہیں' آپ نے اپنی انگلی کے ساتھ قلم کو لپیٹ لیا اور اسی انگلی سے بیک وقت پوری تورات لکھ ڈالی۔ ادھر لوگ لڑائی سے لوٹے۔ ان میں ان کے علماء بھی واپس آئے تو انہیں عزیر علیہ السلام کی اس بات کا علم ہوا۔ یہ گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں تورات شریف کے جو نسخے چھپا آئے تھے' وہ نکال لائے اور ان نسخوں سے حضرت عزیر علیہ السلام کے لکھے ہوئے نسخے کا مقابلہ کیا۔ تو بالکل صحیح پایا۔

اس پر بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈال دیا کہ آپ اللہ کے بیٹے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کو نصرانی اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ ان کا واقعہ تو ظاہر ہے۔ پس ان دونوں گروہوں کی غلط بیانی قرآن بیان فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ ان کی صرف زبانی باتیں ہیں جو محض بے دلیل ہیں۔ جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر وضلالت میں تھے' یہ بھی انہی کے مرید ومقلد ہیں' اللہ انہیں لعنت کرے۔ حق سے کیسے بھٹک گئے؟ مسند احمد' ترمذی اور ابن جریر میں ہے کہ جب عدی بن حاتم کو رسول اللہ ﷺ کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلا۔ جاہلیت میں ہی یہ نصرانی بن گیا تھا۔ یہاں اس کی بہن اور اس کی جماعت قید ہوگئی۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی' حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم کیا گیا تھا' جس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے ۝

پھر حضور ﷺ نے بطور احسان اس کی بہن کو آزاد کر دیا اور رقم بھی دی یہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئیں اور انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور سمجھایا کہ تم رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے پاس چلے جاؤ چنانچہ یہ مدینہ شریف آ گئے تھے۔ اپنی قوم طے کے سردار تھے۔ ان کے باپ کی سخاوت دنیا بھر میں مشہور تھی لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچائی۔ آپ خود ان کے پاس آئے۔ اس وقت عدی کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی۔

حضورؐ کی زبان مبارک سے اسی آیت اِتَّخَذُوْا کی تلاوت ہو رہی تھی تو انہوں نے کہا کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کی۔ آپؐ نے فرمایا' ہاں سنو' ان کے کیئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے علماء اور درویش حلال بتا دیں' اسے حلال سمجھنے لگے' یہی ان کی عبادت تھی' پھر آپؐ نے فرمایا' عدی کیا تم اس سے بے خبر ہو کہ اللہ سب سے بڑا ہے؟ کیا تمہارے خیال میں اللہ سے بڑا اور کوئی ہے؟ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟ پھر آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے مان لی۔ اور اللہ کی توحید اور حضورؐ کی رسالت کی گواہی ادا کی۔ آپؐ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا' یہود پر غضب الٰہی اترا ہے اور نصرانی گمراہ ہو گئے ہیں۔[1] حضرت حذیفہ بن

یمانؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح مروی ہے کہ اس سے مراد حلال وحرام کے مسائل میں علماء اور ائمہ کی محض باتوں کی تقلید ہے۔

سدیؒ فرماتے ہیں' انہوں نے بزرگوں کی ماننی شروع کر دی اور اللہ کی کتاب کو ایک طرف ہٹا دیا۔ اسی لئے اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں حکم تو صرف یہ تھا کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں' وہی جسے حرام کر دے' حرام ہے اور وہ جسے حلال فرما دے' حلال ہے۔ اسی کے فرمان شریعت ہیں' اسی کے احکام بجالانے کے لائق ہیں' اسی کی ذات عبادت کی مستحق ہے۔ وہ شریکوں سے اور شرک سے پاک ہے' اس جیسا اس کا شریک' اس کا نظیر' اس کا مددگار' اس کی ضد کا کوئی نہیں۔ وہ اولاد سے پاک ہے' نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾

ان کی چاہت ہے کہ نور اللہ اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہ اپنا نور پورا کرے گو کافر ناخوش رہیں ○ اسی نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک برا مانیں ○

کفار کی دلی مذموم خواہش: ☆☆ (آیت: ۳۲-۳۳) فرماتا ہے کہ ہر قسم کے کافروں کا ارادہ اور چاہت یہی ہے کہ نور الٰہی بجھا دیں' ہدایت ربانی اور دین حق کو مٹا دیں تو خیال کر لو کہ اگر کوئی شخص اپنے منہ کی پھونک سے آفتاب یا مہتاب کی روشنی بجھانی چاہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے؟ اسی طرح یہ لوگ بھی نور رب کے بجھانے کی چاہت میں اپنی امکانی کوشش کریں' آخر عاجز ہو کر رہ جائیں گے۔ ضروری بات ہے اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ دین حق' تعلیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا ہو گا۔ تم مٹانا چاہتے ہو' اللہ اس کو بلند کرنا چاہتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ کی چاہت تمہاری چاہت پر غالب رہے گی۔ تم گو ناخوش رہو لیکن آفتاب ہدایت بیچ آسمان میں پہنچ کر ہی رہے گا۔ عربی لغت میں کافر کہتے ہیں کسی چیز کے چھپا لینے والے کو اسی اعتبار سے رات کو بھی کافر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔ کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ دانے زمین میں چھپا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ اسی اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ حضورؐ کی سچی خبروں اور صحیح ایمان اور نفع والے علم پہ مبنی یہ ہدایت ہے اور عمدہ اعمال جو دنیا و آخرت میں نفع دیں' ان کا مجموعہ یہ دین حق ہے۔ یہ تمام اور مذاہب عالم پر چھا کر رہے گا۔

آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' میرے لئے مشرق و مغرب کی زمین لپیٹ دی گئی میری امت کا ملک ان تمام جگہوں تک پہنچے گا۔ فرماتے ہیں تمہارے ہاتھوں پر مشرق و مغرب فتح ہو گا تمہارے سردار جہنمی ہیں۔ بجز ان کے جو متقی' پرہیزگار اور امانت دار ہوں۔ فرماتے ہیں' یہ دین تمام اس جگہ پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچیں۔ کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں اللہ عزوجل اسلام کو نہ پہنچائے۔ عزیزوں کو عزیز کرے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا' اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملے گی اور کفر

کو ذلت نصیب ہوگی۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے تو یہ بات خود اپنے گھر میں بھی دیکھ لی۔ جو مسلمان ہوا' اسے خیر و برکت' عزت و شرافت ملی اور جو کافر رہا' اسے ذلت و نکبت' نفرت و لعنت نصیب ہوئی۔ پستی اور حقارت دیکھی اور کمینہ پن کے ساتھ جزیہ دینا پڑا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' روئے زمین پر کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے۔ وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا' جنہیں عزت دینی چاہے گا' انہیں اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہوگا' وہ اسے نہیں مانیں گے لیکن اس کی ماتحتی میں انہیں آنا پڑے گا۔

حضرت عدیؓ فرماتے ہیں' میرے پاس رسول کریم ﷺ تشریف لائے۔ مجھ سے فرمایا۔ اسلام قبول کر' تاکہ سلامتی ملے۔ میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تیرے دین کا تجھ سے زیادہ مجھے علم ہے۔ میں نے کہا سچ؟ آپ نے فرمایا بالکل سچ۔ کیا تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟ میں نے کہا یہ تو سچ ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے دین میں یہ تیرے لئے حلال نہیں۔ پس یہ سنتے ہی میں تو جھک گیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کون سی چیز روکتی ہے؟ سن صرف ایک یہی بات تجھے روک رہی ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور و ناتواں ہیں' تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہے' یہ ان سے نپٹ نہیں سکتے لیکن سن حیرہ کا تجھے علم ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں لیکن سنا ضرور ہے۔ آپؐ نے فرمایا' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر اکیلے امن کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے گا اور بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا۔

واللہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ میں نے کہا۔ کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں کسریٰ بن ہرمز کے۔ تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑے گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ اس حدیث کو بیان کرتے وقت حضرت عدیؓ نے فرمایا' رسول اللہ ﷺ کا فرمان پورا ہوا۔ یہ دیکھو آج حیرہ سے سواریاں چلتی ہیں۔ بے خوف خطر بغیر کسی کی پناہ کے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرتی ہیں۔ صادق و مصدوق کی دوسری پیشین گوئی بھی پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے۔ میں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کسریٰ کے مخفی خزانے اپنے قبضے میں لئے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری پیشین گوئی بھی قطعاً پوری ہو کر ہی رہے گی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں' دن رات کا دور ختم نہ ہوگا جب تک پھر لات و عزیٰ کی عبادت نہ ہونے لگے' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ آیت هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ کے نازل ہونے کے بعد سے میرا خیال تو آج تک یہی رہا کہ یہ پوری بات ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں پوری ہوگئی اور مکمل ہی رہے گی جب تک اللہ پاک کو منظور ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ رب العالمین ایک پاک ہوا بھیجیں گے جو ہر اس شخص کو بھی فوت کرے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ پھر وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر و خوبی نہ ہوگی۔ پس وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف پھر سے لوٹ جائیں گے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ

لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ

اے ایمان والو! اکثر علماء اور عابد لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور راہ اللہ سے روک دیتے ہیں۔ اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ کرتے ہیں اور راہ اللہ میں خرچ نہیں کرتے' انہیں دردناک عذابوں کی خبر پہنچا دے ○ جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا' پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کمریں داغ دی جائیں گی' یہ ہے جسے تم اپنے لئے خزانہ بنا رہے تھے' پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو ○

یہودیوں کے علماء کو احبار اور نصاریٰ کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔ آیت لَوْلَا یَنْھٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ الخ' میں یہود کے علماء کو احبار کہا گیا ہے۔ نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان اور ان کے علماء کو قسیس اس آیت میں کہا گیا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا آیت کا مقصود لوگوں کو بڑے علماء اور گمراہ صوفیوں اور عابدوں سے ہوشیار کرانا اور ڈرانا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' ہمارے علماء میں سے وہی بگڑتے ہیں' جن میں کچھ نہ کچھ شائبہ یہودیت کا ہوتا ہے اور ہم مسلمانوں میں صوفیوں اور عابدوں میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں نصرانیت کا شائبہ ہوتا ہے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے کہ تم یقیناً اپنے سے پہلوں کی روش پر چل پڑو گے۔ ایسی پوری مشابہت ہوگی کہ ذرا بھی فرق نہ رہے گا۔ لوگوں نے پوچھا کیا یہود نصاریٰ کی روش پر؟ آپ نے فرمایا انہی کی روش پر۔ اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ فارسیوں اور رومیوں کی روش پر؟ آپ نے فرمایا اور کون لوگ ہیں؟ پس ان کے اقوال و افعال کی مشابہت سے ہر ممکن بچنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ اس وجاہت سے ریاست و منصب حاصل کرنا اور اس وجاہت سے لوگوں کا مال غصب کرنا چاہتے ہیں۔ احبار یہود کو زمانہ جاہلیت میں بڑا ہی رسوخ حاصل تھا۔ ان کے تحفے' ہدیئے' خراج' چراغی مقرر تھی جو بغیر مانگے انہیں پہنچ جاتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد اسی طمع نے انہیں قبول اسلام سے روکا۔ لیکن حق کے مقابلے کی وجہ سے اس طرف سے بھی کورے رہے اور آخرت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ ذلت و حقارت ان پر برس پڑی اور غضب الٰہی میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ حرام خور جماعت خود حق سے رک کر اوروں کے بھی درپے رہتی تھی' حق کو باطل سے خلط ملط کر کے لوگوں کو بھی راہ حق سے روک دیتے تھے۔ جاہلوں میں بیٹھ کر گپ ہانکتے کہ ہم لوگوں کو راہ حق کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ یہ صریح دھوکا ہے۔ وہ تو جہنم کی طرف بلانے والے ہیں' قیامت کے دن یہ بے یار و مددگار چھوڑ دیئے جائیں گے۔

عالموں اور صوفیوں یعنی واعظوں اور عابدوں کا ذکر کرنے کے بعد اب امیروں' دولت مندوں اور رئیسوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جس طرح یہ دونوں طبقے اپنے اندر بدترین لوگوں کو بھی رکھتے ہیں' ایسے ہی اس تیسرے طبقے میں بھی شریر النفس لوگ ہوتے ہیں۔ عموماً انہی تین طبقے کے لوگوں کا عوام پر اثر ہوتا ہے۔ عوام کی کثیر تعداد ان کے ساتھ بلکہ ان کے پیچھے ہوتی ہے۔ پس ان کا بگڑنا گویا مذہبی دنیا کا ستیاناس ہونا ہے جیسے کہ حضرت ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

وهل افسد الدين الاالملوك واحبار سوء ورهبانها

یعنی دین واعظوں عالموں صوفیوں اور درویشوں سے ناپاک طبقے سے ہی بگڑتا ہے۔ کنز اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوۃ ادانہ کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سے یہی مروی ہے بلکہ فرماتے ہیں جس مال کی زکوۃ دے دی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوۃ نہ دی جاتی ہو وہ گو زمین پر ظاہر پھیلا پڑا ہو کنز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت جابرؓ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی موقوفاً اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بغیر زکوۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائے گا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے کہ یہ زکوۃ کے اترنے سے پہلے تھا۔ زکوۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اسے مال کی طہارت بنا دیا۔ خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور عراک بن مالکؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسے قول ربانی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ الخ نے منسوخ کر دیا ہے۔

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سناتا ہوں جو میں نے جناب پیغمبر حق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور کمی کی مدحت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ تین مرتبہ آپ کا یہی فرمان سن کر صحابہؓ پر شاق گذرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں؟ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔ مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہؓ نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا لو میں حضورؐ سے دریافت کرآتا ہوں اپنی سواری تیز کر کے رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ اور روایت میں ہے کہ صحابہؓ نے کہا پھر ہم اپنی اولادوں کے لئے کیا چھوڑ جائیں؟ اس میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پیچھے ہی پیچھے حضرت ثوبانؓ بھی تھے۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے۔ میراث کے مقرر کرنے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمرؓ یہ سن کر مارے خوشی کے تکبیریں کہنے لگے۔ آپ نے فرمایا اور سنو میں تمہیں بہترین خزانہ بتاؤں نیک عورت جب اس کا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب حکم دے فوراً بجا لائے اور جب وہ موجود نہ ہو تو اس کی ناموس کی حفاظت کرے۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے۔ ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ۔ کھیلیں۔ مجھے برا معلوم ہوا آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کی تھی۔ اب تم اسے بھول جاؤ۔ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھ لو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو۔ اللهم انى اسئلك الثبات فى الامرو العزيمة على الرشد واسئلك شكر نعمتك واسئلك حسن عبادتك واسئلك قلبا سليما واسئلك لسانا صادقا واسئلك من خير ما تعلم واعوذبك من شر ما تعلم واستغفرك لما تعلم انك انت علام الغيوب یعنی یا اللہ میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکر اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی

والا دل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ تیرے علم میں جو برائی ہے' اور اس کی پناہ اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے' ان سے استغفار طلب کرتا ہوں- میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب جاننے والا ہے- آیت میں بیان ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال کو خرچ نہ کرنے والے اور اسے بچا بچا کر رکھنے والے دردناک عذاب دیئے جائیں گے- قیامت کے دن اسی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں' پہلو اور کمر داغی جائے گی اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتھا کا مزہ چکھو- جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ گرم پانی کا تریڑ دوزخیوں کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ- تم بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے ہو- بدلہ اس کا یہ ہے- ثابت ہوا کہ جو شخص جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ کی اطاعت سے اسے مقدم رکھے گا' اسی کے ساتھ اسے عذاب ہوگا- ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ کے فرمان کو بھلا دیا تھا- آج اسی مال سے انہیں سزا دی جا رہی ہے جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضورؐ کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی- قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر لکڑیاں لا لا کر اسے سلگائے گی اور وہ اس میں جلتا رہے گا- یہ مال جو یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں' یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے- اسی کو گرم کر کے اس سے داغ دیئے جائیں گے- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آ جائے- پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا یہ نہیں ایک کے بعد ایک داغ لگے بلکہ ایک ساتھ سب کے سب- مرفوعاً بھی یہ روایت آئی ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں- واللہ اعلم-

حضرت طاؤسؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مال ایک اژدھا بن کر اس کے پیچھے لگے گا' جو عضو سامنے آ جائے گا' اسی کو چبا جائے گا- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جو اپنے بعد خزانہ چھوڑ جائے' اس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اژدھا بن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے' اس کے پیچھے لگے گا- یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا تیرا جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ- آخر اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا- پھر باقی جسم بھی- صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے' اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنا دیا جائے گا- اور اس سے اس کی پیشانی' پہلو اور کمر داغی جائے گی- پچاس ہزار سال تک لوگوں کے فیصلے ہو جانے تک تو اس کا یہی حال رہے گا- پھر اسے اس کی منزل کی راہ دکھا دی جائے گی' جنت کی طرف یا جہنم کی طرف- امام بخاریؒ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زید بن وہب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملے اور دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آ گئے ہو؟ آپ نے فرمایا' ہم شام میں تھے- وہاں میں نے آیت والذین یکنزون الخ' کی تلاوت کی تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا' یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں- یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے- میں نے کہا' ہمارے اور ان کے سب کے حق میں ہے- اس میں میرا ان کا اختلاف ہو گیا انہوں نے میری شکایت کا خط دربار عثمانی میں لکھا' خلافت کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں چلے آؤ- جب مدینہ پہنچا تو چاروں طرف سے مجھے لوگوں نے گھیر لیا- اس طرح بھیڑ لگ گئی کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا- غرض میں مدینے میں ٹھہرا لیکن لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آ گیا- آخر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم مدینے کے قریب ہی کسی صحرا میں چلے جاؤ- میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی لیکن یہ کہہ دیا کہ واللہ جو میں کہتا تھا' اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا- آپ کا خیال یہ تھا کہ بال بچوں کے کھلانے کے بعد جو بچے' اسے جمع کر رکھنا مطلقاً حرام ہے- اسی کا آپ فتویٰ دیتے تھے اور اس کو لوگوں میں پھیلاتے تھے- اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کرتے تھے- اس کا حکم دیتے تھے اور اس کے مخالف لوگوں پر بڑا ہی تشدد کرتے تھے- حضرت معاویہؓ نے آپ کو روکنا چاہا کہ کہیں

لوگوں میں عام ضرر نہ پھیل جائے- یہ نہ مانے تو آپ نے خلافت سے شکایت کی-

امیر المومنین نے انہیں بلا کر ربذہ میں تنہا رہنے کا حکم دیا- آپ وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی رحلت فرما گئے-

حضرت معاویہؓ نے بطور امتحان ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھجوائیں- آپ نے شام سے قبل سب ادھر ادھر راہ للہ خرچ کر ڈالیں- شام کو وہی صاحب جو انہیں صبح کو ایک ہزار اشرفیاں دے گئے تھے' وہ آئے اور کہا مجھ سے غلطی ہوگئی- امیر معاویہؓ نے وہ اشرفیاں اور صاحب کے لئے بھجوائی تھیں- میں نے غلطی سے آپ کو دے دیں- وہ واپس کیجئے- آپ نے فرمایا' تم پر آفرین ہے' میرے پاس تو اب ان میں سے ایک پائی بھی نہیں- اچھا جب میرا مال آجائے گا تو میں آپ کو آپ کی اشرفیاں واپس کر دوں گا-

ابن عباسؓ بھی اس آیت کا حکم عام بتاتے ہیں- سدیؒ فرماتے ہیں یہ آیت اہل قبلہ کے بارے میں ہے- احنف بن قیسؒ فرماتے ہیں' میں مدینے میں آیا' دیکھا کہ قریشیوں کی ایک جماعت محفل لگائے بیٹھی ہے- میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا کہ ایک صاحب تشریف لائے- میلے کچیلے' موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے بہت خستہ حالت میں اور آتے ہی کھڑے ہو کر فرمانے لگے' روپیہ پیسہ جمع کرنے والے اس سے خبر دار رہیں کہ قیامت کے دن جہنم کے انگارے ان کی چھاتی کی بٹنی پر رکھے جائیں گے جو کھوے کی ہڈی کے پاس ہو جائیں گے- پھر پیچھے کی طرف سے آگے کو سوراخ کرتے اور جلاتے ہوئے نکل جائیں گے- سب لوگ سر نیچا کئے بیٹھے رہے- کوئی بھی کچھ نہ بولا- وہ بھی مڑ کر چل دیئے اور ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے- میں ان کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کو آپ کی بات بری لگی- آپ نے فرمایا- یہ کچھ نہیں جانتے- ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گذرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے' ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے- غالباً اسی حدیث کی وجہ سے حضرت ابوذرؓ کا یہ مذہب تھا جو آپ نے اوپر پڑھا- واللہ اعلم- ایک مرتبہ حضرت ابوذرؓ کو ان کا حصہ ملا' آپ کی لونڈی نے اسی وقت ضروریات فراہم کرنا شروع کیا- سامان کی خرید کے بعد سات درہم بچ رہے- حکم دیا کہ اس کے فلوس لے لو تو حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا' اسے آپ اپنے پاس رہنے دیجئے تاکہ بوقت ضرورت کام نکل جائے یا کوئی مہمان آجائے تو کام نہ اٹکے- آپ نے فرمایا- نہیں- مجھ سے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا ہے کہ جو سونا چاندی سر بند کر کے رکھی جائے' وہ رکھنے والے کے لئے آگ کا انگارا ہے- جب تک کہ اسے راہ للہ نہ دے- ابن عساکر میں ہے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ سے فقیر بن کر مل غنی بن کر نہ مل- انہوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ فرمایا سائل کو رد نہ کر جو ملے اسے چھپا نہ رکھ' انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکے گا- آپؐ نے فرمایا یہی ہے ورنہ آگ ہے- اس کی سند ضعیف ہے- اہل صفہ میں ایک صاحب کا انتقال ہو گیا- دو دینار یا دو درہم پس انداز کئے ہوئے نکلے- آپؐ نے فرمایا یہ آگ کے دو داغ ہیں- تم لوگ اپنے ساتھی کے جنازے کی نماز پڑھ لو- اور روایت میں ہے کہ ایک اہل صفہ کے انتقال کے بعد ان کی تہمد کی آنٹی میں سے ایک دینار نکلا- آپ نے فرمایا ایک داغ آگ کا- پھر دوسرے کا انتقال ہوا- ان کے پاس سے دو دینار برآمد ہوئے- آپؐ نے فرمایا' یہ دو داغ آگ کے ہیں' فرماتے ہیں' جو لوگ سرخ و سفید یعنی سونا چاندی چھوڑ کر مرے' ایک ایک قیراط کے بدلے' ایک ایک تختی آگ کی بنائے جائے گی اور اس کے قدم سے لے کر ٹھوڑی تک اس کے جسم میں اس آگ سے داغ کئے جائیں گے- آپؐ کا فرمان ہے کہ جس نے دینار سے دینار اور درہم سے درہم ملا کر جمع کر کے رکھ چھوڑا' اس کی کھال کشادہ کر کے پیشانی اور پہلو اور کمر پر اس سے داغ دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا' یہ ہے جسے تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے رہے- اب اس کا بدلہ چکھو' اس کا راوی ضعیف کذاب و متروک ہے-

مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے۔ اسی دن سے کہ آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے۔ ان میں سے چار حرمت وادب کے ہیں' یہی درست دین ہے تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں' جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے O

احترام آدمیت کا منشور: ☆☆ (آیت:۳۶) مسند احمد میں ہے کہ رسول مقبول صادق ومصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج کے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ زمانہ گھوم پھر کر اپنی اصلیت پر آ گیا ہے۔ سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں جن میں سے چار حرمت وادب والے ہیں۔ تین پے در پے ذوالقعدہ' ذوالحجہ' محرم اور چوتھا رجب جو مضر کے ہاں ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ پھر پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول کو ہی پورا علم ہے۔ آپ نے سکوت فرمایا۔ ہم سمجھے کہ شاید آپ اس دن کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے۔ پھر پوچھا کیا یہ یوم النحر یعنی قربانی کا دن نہیں؟ ہم نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ جانے اور اس کا رسول ؐ آپ نے پھر سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ اس مہینے کا نام کوئی اور رکھیں گے' آپ نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا ہاں۔

پھر آپؐ نے پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ خوب جاننے والے ہیں؟ آپ پھر خاموش ہو رہے اور ہمیں پھر خیال آنے لگا کہ شاید آپ کو اس کا کوئی اور ہی نام رکھنا ہے' پھر فرمایا یہ بلدہ (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا بے شک۔ آپؐ نے فرمایا' یاد رکھو تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم میں آپس میں ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسی حرمت وعزت تمہارے اس دن کی' تمہارے اس مہینہ کی تمہارے اس شہر کی' تم ابھی ابھی اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا۔ سنو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن زدنی کرنے لگو' بتاؤ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ سنو تم میں سے جو موجود ہیں' انہیں چاہئے کہ جو موجود نہیں' ان تک پہنچا دیں۔ بہت ممکن ہے کہ جسے وہ پہنچائے' وہ ان بعض سے بھی زیادہ نگہداشت رکھنے والا ہو۔

اور روایت میں ہے کہ وسط ایام تشریق میں منیٰ میں حجۃ الوداع کے خطبے کے موقعہ کا یہ ذکر ہے۔ ابوحرہ رقاشی کے چچا جو صحابی ہیں' کہتے ہیں کہ اس خطبے کے وقت حضورؐ کی ناقہ کی نکیل تھامے ہوئے تھا اور لوگوں کی بھیڑ کو روکے ہوئے تھا۔ آپ کے پہلے جملے کا یہ مطلب ہے کہ جو کمی بیشی' تقدیم تاخیر مہینوں کی جاہلیت کے زمانے کے مشرک کرتے تھے' وہ الٹ پلٹ کر اس وقت ٹھیک ہو گئی ہے۔ جو مہینہ آج ہے' وہی درحقیقت بھی ہے۔ جیسے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ نے فرمایا کہ یہ شہر ابتداء مخلوق سے باحرمت وباعزت ہے۔ وہ آج

بھی حرمت والا ہے اور قیامت تک حرمت والا ہی رہے گا پس عربوں میں جو رواج پڑ گیا تھا کہ ان کے اکثر حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہیں ہوتے تھے اب کی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے حج کے موقعہ پر یہ بات نہ تھی بلکہ حج اپنے ٹھیک مہینے پر تھا۔ بعض لوگ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کا حج ذوالقعدہ میں ہوا لیکن یہ غور طلب قول ہے جیسے کہ ہم مع ثبوت بیان کریں گے۔ آیت اِنَّمَا النَّسِیٓءُ الخ کی تفسیر میں اس قول سے بھی زیادہ غرابت والا ایک قول بعض سلف کا یہ بھی ہے کہ اس سال یہود و نصاریٰ مسلمان سب کے حج کا دن اتفاق سے ایک ہی تھا یعنی عید الاضحیٰ کا دن۔

☆ فصل ☆ شیخ علم الدین سخاوی نے اپنی کتاب المشہور فی اسماء الایام والشہور میں لکھا ہے کہ محرم کے مہینے کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس نام کی وجہ سے اس کی حرمت کی تاکید ہے اس لئے کہ عرب جاہلیت میں اسے بدل ڈالتے تھے کبھی حلال کر ڈالتے کبھی حرام کر ڈالتے۔ اس کی جمع محرمات محارم محاریم۔ صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً ان کے گھر خالی رہتے تھے کیونکہ یہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے۔ جب مکان خالی ہو جائے تو عرب کہتے ہیں صفر المکان۔ اس کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔ ربیع الاول کے نام کا سبب یہ ہے کہ اس مہینہ میں ان کی اقامت ہو جاتی ہے۔ ارتباع کہتے ہیں اقامت کو اس کی جمع اربعا ہے جیسے نصیب کی جمع انصبا۔ اور جمع اس کی اربعہ ہے جیسے رغیف کی جمع ارغفہ ہے۔ ربیع الاخر کے مہینے کا نام رکھنا بھی اسی وجہ سے ہے۔ گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینہ ہے۔ جمادی الاولی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں پانی جم جاتا تھا۔ ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا لیکن یہ بات کچھ جچتی نہیں اس لئے کہ جب ان مہینوں کا حساب چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالات ہر ماہ میں ہر سال یکساں نہیں ہوتے ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مہینہ کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینہ کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔ چنانچہ ایک شاعر نے یہی کہا ہے کہ جمادی کی سخت اندھیری راتیں جن میں کتا بھی بمشکل ایک آدھ مرتبہ ہی بھونک لیتا ہے۔ اس کی جمع جمادیات ہے۔ جیسے حباری حباریات۔ یہ مذکر مونث دونوں طرح مستعمل ہے۔ جمادی الاول اور جمادی الاخر بھی کہا جاتا ہے۔ جمادی الاخری کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے گویا یہ پانی کے جم جانے کا دوسرا مہینہ ہے۔ رجب یہ ماخوذ ہے ترجیب سے ترجیب کہتے ہیں تعظیم کو۔ چونکہ یہ مہینہ عظمت و عزت والا ہے اس لئے اسے رجب کہتے ہیں اس کی جمع ارجاب رجاب اور رجبات ہے۔ شعبان کا نام شعبان اس لئے ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو جاتے تھے۔ تشعب کے معنی ہیں جدا جدا ہونا۔

پس اس مہینے کا بھی یہی نام رکھ دیا گیا۔ اس کی جمع شعابین شعبانات آتی ہے۔ رمضان کو رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹنیوں کے پاؤں بوجہ شدت گرما کے جلنے لگتے ہیں۔ رمضت الفصال اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنیوں کے بچے سخت پیاسے ہوں۔ اس کی جمع رمضانات اور رماضین اور رامضہ آتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ یہ محض غلط اور ناقابل التفات قول ہے۔ میں کہتا ہوں اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے لیکن وہ ضعیف ہے۔ میں نے کتاب الصیام کے شروع میں اس کا بیان کر دیا ہے۔ شوال ماخوذ ہے شالت الابل سے۔ یہ مہینہ اونٹوں کی مستیوں کا مہینہ تھا یہ دمیں اٹھا دیا کرتے تھے۔ اس لئے اس مہینہ کا یہی نام ہو گیا۔ اس کی جمع شواویل شواول شوالات آتی ہے۔ ذو القعدہ یا ذوالقعدہ کا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عرب لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے۔ نہ لڑائی کے لئے نکلتے نہ کسی اور سفر کے لئے۔ اس کی جمع ذوات العقدہ ہے۔ ذوالحجہ کو ذوالحجہ بھی کہہ سکتے ہیں چونکہ اسی

ماہ میں حج ہوتا تھا- اس لئے اس کا یہ نام مقرر ہو گیا- اس کی جمع ذوات الحجہ آتی ہے- یہ تو ان مہینوں کے ناموں کی وجہ تسمیہ تھی- اب ہفتے کے سات دنوں کے نام اور ان ناموں کی جمع سنئے- اتوار کے دن کو یوم الاحد کہتے ہیں اس کی جمع احاد' اوحاد اور وحود آتی ہے- پیر کے دن کو اثنین کہتے ہیں- اس کی جمع اثانین آتی ہے- منگل کو ثلاثا کہتے ہیں- یہ مذکر بھی بولا جاتا ہے اور مونث بھی' اس کی جمع ثلاثات اور اثالث آتی ہے- بدھ کے دن کو اربعاء کہتے ہیں- جمع اربعاوات اور ارابیع آتی ہے- جمعرات کو خمیس کہتے ہیں- جمع اخمسہ' اخامس آتی ہے- جمعه کو جَمُعه اور جُمْعه اور جُمَعه کہتے ہیں اس کی جمع جُمُعٌ اور جَمَاعَاتٌ آتی ہے- سنیچر یعنی ہفتے کے دن کو سبت کہتے ہیں سبت کے معنی ہیں قطع کے چونکہ ہفتے کے دنوں کی گنتی یہیں پر ختم ہو جاتی ہے' اس لئے اسے سبت کہتے ہیں- قدیم عربوں میں ہفتے کے دن کے نام یہ تھے- اول' رھون' جبار' دبار' مونث' عروبہ' شبار- قدیم خالص عربوں کے اشعار کے عربوں میں دنوں کے نام پائے جاتے ہیں-

قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان بارہ ماہ میں چار حرمت والے ہیں- جاہلیت کے عرب بھی انہیں حرمت والے مانتے تھے لیکن بسل نامی ایک گروہ اپنے تشدد کی بنا پر آٹھ مہینوں کو حرمت والا خیال کرتے تھے- حضورؐ کے فرمان میں رجب کو قبیلہ مضر کی طرف اضافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مہینے کو وہ رجب مہینہ شمار کرتے تھے' دراصل وہی رجب کا مہینہ عنداللہ بھی تھا جو جمادی الاخر اور شعبان کے درمیان میں ہے- قبیلہ ربیعہ کے نزدیک رجب' شعبان اور شوال کے درمیان کے مہینے کا یعنی رمضان کا نام تھا- پس حضورؐ نے کھول دیا کہ حرمت والا رجب مضر کا ہے نہ کہ ربیعہ کا- ان چار ذی حرمت مہینوں میں سے تین پے در پے اس مصلحت سے ہیں کہ حاجی ذوالقعدہ کے مہینے میں نکلے تو اس وقت لڑائیاں' مار پیٹ' جنگ و جدال' قتل و قتال بند ہو' لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں- پھر ذی الحجہ میں احکام حج کی ادائیگی' امن و امان' عمدگی اور شان سے ہو جائے پھر وہ ماہ محرم کی حرمت میں واپس گھر پہنچ جائے- درمیانہ سال میں رجب کو حرمت والا بنانے کی غرض یہ ہے کہ زائرین اپنے طواف بیت اللہ کے شوق کو عمرے کی صورت میں ادا کر لیں گو دور دراز علاقوں والے ہوں' وہ بھی مہینہ بھر میں آمدورفت کریں یہی اللہ کا سیدھا اور سچا دین ہے- پس اللہ کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کی حرمت کرو- ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو- اس لئے کہ اس میں گناہوں کی برائی اور بڑھ جاتی ہے جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے-

فرمان ربانی ہے کہ جو حرم میں الحاد کا ارادہ کرے' ہم اسے دردناک عذاب دیں گے- اس طرح سے ان محترم مہینوں میں کیا ہوا گناہ اور دنوں میں کئے ہوئے گناہوں سے بڑھ جاتا ہے- اسی لئے حضرت امام شافعیؒ اور علماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی دیت بھی سخت ہے- اسی طرح حرم کے اندر قتل اور ذی محرم رشتے دار کے قتل کی بھی دیت سخت ہے- ابن عباسؓ فرماتے ہیں' فیھن سے مراد سال بھر کے کل مہینے ہیں-

پس ان کل مہینوں میں گناہوں سے بچو خصوصاً ان چار مہینوں میں کہ یہ حرمت والے ہیں- ان کی بڑی عزت ہے' ان میں گناہ سزا کے اعتبار سے اور نیکیاں اجر و ثواب کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہیں- حضرت قتادہؓ کا قول ہے کہ ان حرمت والے مہینوں کی سزا اور بوجھ بڑھ جاتا ہے گو ظلم ہر حال میں بری چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس امر کو چاہے بڑھا دے' دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بھی پسند فرما لیا- فرشتوں میں' انسانوں میں' اپنے رسول چن لئے- اسی طرح کلام میں سے اپنے ذکر کو پسند فرما لیا اور زمین میں سے مسجدوں کو پسند فرما لیا اور مہینوں میں سے رمضان شریف کو اور ان چاروں مہینوں کو پسند فرما لیا اور دنوں میں سے جمعہ کے دن اور راتوں میں لیلۃ القدر کو- پس تمہیں ان

چیزوں کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہئے جنہیں اللہ نے عظمت دی ہے - امور کی تعظیم، عقل منداور فہیم لوگوں کے نزدیک اتنی ضروری ہے جتنی ان کی تعظیم اللہ تعالیٰ سبحانہ نے بتائی ہے - ان کی حرمت کا ادب نہ کرنا حرام ہے - ان میں جو کام حرام ہیں' انہیں حلال نہ کرلو - جو حلال ہیں' انہیں حرام نہ بنالو جیسے کہ اہل شرک کرتے تھے - یہ ان کے کفر میں زیادتی کی بات تھی - پھر فرمایا کہ تم سب کے سب کافروں سے جہاد کرتے رہو جیسے کہ وہ سب کے سب تم میں سے برسر جنگ ہیں - حرمت والے ان چار مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنا منسوخ یا محکم ہونے کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں - پہلا تو یہ کہ یہ منسوخ ہے - یہ قول زیادہ مشہور ہے - اس آیت کے الفاظ پر غور کیجئے کہ پہلے تو فرمان ہوا کہ ان مہینوں میں ظلم نہ کرو - پھر مشرکوں سے جنگ کرنے کا ذکر فرمایا - ظاہری الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے - حرمت کے مہینے بھی اس میں گئے - اگر یہ مہینے اس سے الگ ہوتے تو ان کے گزر جانے کی قید ساتھ ہی بیان ہوتی -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ ماہ ذوالقعدہ میں کیا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جیسے کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ہوازن قبیلے کی طرف ماہ شوال میں چلے - جب ان کو ہزیمت ہوئی اور ان میں سے بچے ہوئے افراد بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے تو آپ وہاں گئے اور چالیس دن تک محاصرہ رکھا - پھر بغیر فتح کئے ہوئے وہاں سے واپس لوٹ آئے - پس ثابت ہے کہ آپ نے حرمت والے مہینے میں محاصرہ کیا -

دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنا حرام ہے اور ان مہینوں کی حرمت کا حکم منسوخ نہیں - اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ شعائر الٰہیہ کو اور حرمت والے مہینوں کو حلال نہ کیا کرو - اور فرمان ہے' حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں قصاص ہیں - پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان سے ویسی ہی زیادتی کا بدلہ لو - اور فرمان ہے اِذَا نْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ الخ' حرمت والے مہینوں کے گذر جانے کے بعد مشرکوں سے جہاد کرو - یہ پہلے بیان گذر چکا ہے کہ یہ ہر سال میں چار مہینے ہیں - نہ کہ تسیر کے مہینے جو کہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے -

پھر فرمایا کہ تم سب مسلمان ان سے اسی طرح لڑو جیسے کہ وہ تم سے سب کے سب لڑتے ہیں - ہوسکتا ہے کہ یہ اپنے پہلے سے جداگانہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ یہ حکم بالکل نیا اور الگ ہو' مسلمانوں کو رغبت دلانے اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے تو فرماتا ہے کہ جیسے تم سے جنگ کرنے کے لئے' وہ مڈبھیڑ آپس میں مل کر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں' تم بھی اپنے سب کلمہ گو اشخاص کو لے کر ان سے مقابلہ کرو - یہ بھی ممکن ہے کہ اس جملے میں مسلمانوں کو حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی رخصت دی ہو جبکہ جملہ ان کی طرف سے ہو - جیسے آیت اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ میں ہے اور جیسے آیت وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ الخ میں بیان ہے کہ ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جب تک کہ وہ وہاں لڑائی نہ کریں - ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو - یہی جواب حرمت والے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے محاصرے کا ہے کہ دراصل ہوازن اور ثقیف کے ساتھ جنگ کا یہ لڑائی تتمہ تھی - انہوں نے ہی جنگ کی ابتداء کی تھی - ادھر ادھر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو جمع کر کے لڑائی کی دعوت دی تھی - پس حضورؐ نے ان کی طرف پیش قدمی کی' یہ پیش قدمی بھی حرمت والے مہینے میں نہ تھی - یہاں شکست کھا کر یہ لوگ طائف میں جا چھپے اور وہاں قلعہ بند ہوگئے - آپ اس مرکز کو خالی کرانے کے لئے اور آگے بڑھے - انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا یا مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا ادھر محاصرہ جاری رہا - منجنیق وغیرہ سے چالیس دن تک ان کو گھیرے رہے الغرض اس جنگ کی ابتداء حرمت

والے مہینے میں نہیں ہوئی تھی لیکن جنگ نے طول کھینچا - حرمت والا مہینہ بھی آ گیا - جب چند دن گذر گئے - آپ نے محاصرہ ہٹا لیا - پس جنگ کا جاری رکھنا اور چیز ہے اور جنگ کی ابتداء اور چیز ہے - اس کی بہت سی نظیریں ہیں - واللہ اعلم - اب اس میں جو حدیثیں ہیں ہم انہیں وارد کرتے ہیں - ہم انہیں سیرت میں بھی بیان کر چکے ہیں - واللہ اعلم -

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۚ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

ع ۸ ۱۱

مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا بھی کفر کی زیادتی ہے - اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں - ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں کہ اللہ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کر لیں پھر اسے حلال بنا لیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے انہیں ان کے برے کام بھلے دکھا دیئے گئے ہیں قوم کفار کی اللہ رہنمائی نہیں فرماتا ○

احکامات دین میں ردو بدل انتہائی مذموم سوچ ہے: ☆☆ (آیت: ۳۷) مشرکوں کے کفر کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کس طرح اپنی فاسد رائے کو اور اپنی ناپاک خواہش کو شریعت ربانی میں داخل کر کے اللہ کے دین کے احکام میں ردو بدل کر دیتے تھے - حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے تھے - تین مہینے کی حرمت کو تو ٹھیک رکھا - پھر چوتھے مہینے محرم کی حرمت کو اس طرح بدل دیا کہ محرم کو صفر کے مہینے میں کر دیا اور محرم کی حرمت نہ کی - تا کہ بظاہر سال کے چار مہینے کی حرمت بھی پوری ہو جائے اور اصلی حرمت کے مہینے محرم میں لوٹ مار قتل و غارت بھی ہو جائے اور اس پر اپنے قصیدوں میں مبالغہ کرتے تھے اور فخریہ اپنا یہ فعل اچھالتے تھے - ان کا ایک سردار تھا جنادہ بن عمرو بن امیہ کنانی - یہ ہر سال حج کو آتا - اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی - یہ منادی کر دیتا کہ نہ تو ابو ثمامہ کے مقابلے میں کوئی آواز اٹھا سکتا ہے نہ اس کی بات میں کوئی عیب جوئی کر سکتا ہے - سنو پہلے سال کا صفر مہینہ حلال ہے اور دوسرے سال کا حرام -

پس ایک سال کے محرم کی حرمت نہ رکھتے - دوسرے سال کے محرم کی حرمت منا لیتے - ان کی اسی زیادتی کفر کا بیان اس آیت میں ہے - یہ شخص اپنے گدھے پر سوار آتا اور جس سال یہ محرم کو حرمت والا بنا دیتا لوگ اس کی حرمت کرتے اور جس سال وہ کہہ دیتا کہ محرم کو ہم نے ہٹا کر صفر میں اور صفر کو آگے بڑھا کر محرم میں کر دیا ہے اس سال عرب میں اس ماہ محرم کی حرمت کوئی نہ کرتا -

ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی کنانہ کے اس شخص کو علمس کہا جاتا تھا - یہ منادی کر دیتا کہ اس سال کی حرمت نہ منائی جائے - اگلے سال محرم اور صفر دونوں کی حرمت رہے گی - پس اس کے قول پر جاہلیت کے زمانے میں عمل کر لیا جاتا - اور اب حرمت کے اصلی مہینے میں جس میں ایک انسان اپنے باپ کے قاتل کو پا کر بھی اس کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا اب آزادی سے آپس میں خانہ جنگیاں اور لوٹ مار ہوتی - لیکن یہ قول کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ گنتی میں وہ موافقت کرتے تھے اور اس صورت میں گنتی کی موافقت بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک سال میں تین مہینے رہ جاتے ہیں اور دوسرے سال میں پانچ ماہ ہو جاتے ہیں - ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ کی طرف سے تو حج فرض تھا ذی الحجہ کے مہینے میں لیکن مشرک ذی الحجہ کا نام محرم رکھ لیتے - پھر برابر گنتی گنتے جاتے اور اس حساب سے جو ذی

الحجہ آتا اس میں حج ادا کرتے۔

پھر محرم کے نام سے خاموشی برت لیتے۔ اس کا ذکر ہی نہ کرتے۔ پھر لوٹ کر صفر نام رکھ دیتے۔ پھر رجب کو جمادی الاخر' پھر شعبان کو رمضان اور رمضان کو شوال' ذی الحجہ کو ذی القعدہ اور محرم کو ذی الحجہ کہتے اور اس میں حج کرتے۔ پھر اس کا اعادہ کرتے اور دوسال تک ہر ایک مہینے میں برابر حج کرتے۔ جس سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا' اس سال مشرکوں کی اس گنتی کے مطابق دوسرے برس کا ذولقعدہ کا مہینہ تھا۔ آنحضور ﷺ کے حج کے موقعہ پر ٹھیک ذوالحجہ کا مہینہ تھا اور اسی کی طرف آپ نے اپنے خطبے میں اشارہ فرمایا اور ارشاد ہوا کہ زمانہ گھوم پھر کر اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر اس وقت تھا جب زمین و آسمان اللہ تعالیٰ نے بنائے لیکن یہ قول بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ اگر ذو لقعدہ میں حضرت ابوبکرؓ کا حج ہوا تو یہ حج کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ الخ' یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے آج کے حج اکبر کے دن مشرکوں سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان ہے۔ اس کی منادی حضرت صدیقؓ کے حج میں ہی کی گئی۔ پس اگر یہ حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو حج کا دن نہ فرماتا۔ اور صرف مہینوں کی تقدیم و تاخیر کو جس کا بیان اس آیت میں ہے' ثابت کرنے کے لئے اس تکلیف کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ تو اس کے بغیر بھی ممکن ہے۔ کیونکہ مشرکین ایک سال تو محرم الحرام کے مہینے کو حلال کر لیتے اور اس کے عوض ماہ صفر کو حرمت والا کر لیتے' سال کے باقی مہینے اپنی جگہ رہتے۔ پھر دوسرے محرم کو حرام سمجھتے اور اس کی حرمت و عزت باقی رکھتے تاکہ سال کے چار حرمت والے مہینے جو اللہ کی طرف سے مقرر تھے' ان کی گنتی میں موافقت کر لیں۔ پس کبھی تو حرمت والے تینوں مہینے جو پے در پے ہیں' ان میں سے آخری ماہ محرم کی حرمت رکھتے۔ کبھی اسے صفر کی طرف موخر کر دیتے۔ رہا حضورؐ کا فرمان کہ زمانہ گھوم پھر کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا ہے یعنی اس وقت جو مہینہ ان کے نزدیک ہے' وہی مہینہ صحیح گنتی میں بھی ہے۔ اس کا پورا بیان ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ عقبہ میں رسول اللہ ﷺ ٹھہرے۔ مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثناء بیان فرما کر فرمایا کہ مہینوں کی تاخیر شیطان کی طرف سے کفر کی زیادتی تھی کہ کافر بہکیں۔ وہ ایک سال محرم کو حرمت والا کرتے اور صفر کو حلت والا' پھر محرم کو حلت والا کر لیتے۔ یہی ان کی وہ تقدیم تاخیر ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب السیرت میں اس پر بہت اچھا کلام کیا ہے جو بے حد مفید اور عمدہ ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کام کو سب سے پہلے کرنے والا علمس حذیفہ بن عبید تھا۔ پھر قیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ پھر اس کا لڑکا عباد' پھر اس کا لڑکا قلع' پھر اس کا لڑکا امیہ' پھر اس کا لڑکا عوف' پھر اس کا لڑکا ابوثمامہ جنادہ' اسی کے زمانہ میں اشاعت اسلام ہوئی۔ عرب لوگ حج سے فارغ ہو کر اس کے پاس جمع ہوتے۔ یہ کھڑا ہو کر انہیں لیکچر دیتا اور رجب' ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی حرمت بیان کرتا اور ایک سال تو محرم کو حلال کر دیتا اور محرم صفر کو بنا دیتا اور ایک سال محرم کو ہی حرمت والا کہہ دیتا کہ اللہ کی حرمت کے مہینوں کی گنتی موافق ہو جائے اور اللہ کا حرام حلال بھی ہو جائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ

الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو راہ اللہ میں کوچ کرو تو تم زمین پکڑ لیتے ہو' کیا تم آخرت کے عوض دنیا کی زندگانی پر ہی ریجھ گئے ہو' سنو زندگانی دنیا تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے ○ اگر تم نے کوچ نہ کیا تو تمہیں اللہ تعالیٰ دردناک سزا دے گا اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائے گا۔ تم اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے' اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○

غزوہ تبوک اور جہاد سے گریزاں لوگوں کو انتباہ: ☆☆ (آیت: ۳۹) ایک طرف تو گرمی سخت پڑ رہی تھی' دوسری طرف پھل پک گئے تھے اور درختوں کے سائے بڑھ گئے تھے۔ ایسے وقت رسول اللہ ﷺ ایک دور دراز کے سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ غزوہ تبوک میں اپنے ساتھ چلنے کے لئے سب سے فرما دیا۔ کچھ لوگ جو رہ گئے تھے' انہیں جو تنبیہہ کی گئی' ان آیتوں کا شروع اس آیت سے ہے کہ جب تمہیں اللہ کی راہ کے جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم کیوں زمین میں دھنسنے لگتے ہو۔ کیا دنیا کی ان فانی چیزوں کی ہوس میں آخرت کی باقی نعمتوں کو بھلا بیٹھے ہو؟ سنو دنیا کی تو آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں۔ حضورؐ نے اپنی کلمے کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا' اس انگلی کو کوئی سمندر میں ڈبو کر نکالے' اس پر جتنا پانی سمندر کے مقابلے میں ہے' اتنا ہی مقابلہ دنیا اور آخرت سے ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے' آپ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ کا ثواب دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا بلکہ میں نے دو لاکھ کا فرمان بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کے اسی جملے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ دنیا جو گذر گئی اور باقی ہے' وہ سب آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ مروی ہے کہ عبدالعزیز بن مروان نے اپنے انتقال کے وقت اپنا کفن منگوایا۔ اسے دیکھ کر فرمایا' بس میرا تو دنیا میں حصہ تھا۔ میں اتنی دنیا لے کر جا رہا ہوں۔ پھر پیٹھ موڑ کر رو کر کہنے لگے' ہائے دنیا تیرا زیادہ بھی کم ہے اور تیرا کم تو بہت ہی چھوٹا ہے' افسوس ہم تو دھوکے میں ہی رہے۔ پھر ترک جہاد پر اللہ تعالیٰ ڈانٹتا ہے کہ سخت دردناک عذاب ہوں گے۔ ایک قبیلے کو حضورؐ نے جہاد کے لئے بلوایا وہ نہ اٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔

پھر فرماتا ہے کہ اپنے دل میں اترانا مت کہ ہم رسولؐ کے مددگار ہیں' اگر تم درست نہ رہے تو اللہ تمہیں برباد کر کے اپنے رسول کا دوسرے لوگوں کو مددگار کر دے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ نہیں کہ تم نہ جاؤ تو مجاہدین جہاد کر ہی نہ سکیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ تمہارے بغیر بھی اپنے دشمنوں پر اپنے غلاموں کو غالب کر سکتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا اور آیت مَاكَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ الخ' یہ سب آیتیں آیت وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً الخ' سے منسوخ ہیں لیکن امام جریر رحمتہ اللہ علیہ اس کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے نکلنے کو فرمائیں' وہ فرمان سنتے ہی اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ فی الواقع یہ توجیہہ بہت عمدہ ہے واللہ اعلم۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۰﴾

اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے اس کی مدد اس وقت کی تھی جبکہ اسے کافروں نے دیس نکالا دیا تھا۔ دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس جناب باری نے اپنی طرف کی تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا بھی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کر دی، بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے، اللہ غالب ہے۔ حکمت والا ہے ○

آغاز ہجرت: ☆☆ (آیت: ۴۰) تم اگر میرے رسولؐ کی امداد و تائید چھوڑ دو تو میں کسی کا محتاج نہیں ہوں۔ میں آپ اس کا ناصر، موید، کافی اور حافظ ہوں۔ یاد رکھو ہجرت والے سال جبکہ کافروں نے آپ کے قتل، قید یا دیس نکالا دینے کی سازش کی تھی اور آپ اپنے سچے ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تن تنہا مکہ شریف سے بحکم الٰہی تیز رفتاری سے نکلے تھے تو کون ان کا مددگار تھا؟ تین دن غار میں گذارے تاکہ ڈھونڈنے والے مایوس ہو کر واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل کر مدینہ شریف کا راستہ لیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لحظہ بہ لحظہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کو کوئی ایذا پہنچائے۔ حضورؐ ان کی تسکین فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ابوبکر ان دو کی نسبت تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر ابن ابو قحافہؓ نے آنحضرت ﷺ سے غار میں کہا کہ اگر ان کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے فرمایا' ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود اللہ ہے۔ الغرض اس موقعہ پر جناب باری سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین نازل فرمائی۔ ابن عباسؓ وغیرہ کی یہی تفسیر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تو مطمئن اور سکون و تسکین والے تھے ہی۔ لیکن اس خاص حال میں تسکین کا ازسرنو بھیجنا کچھ اس کے خلاف نہیں۔ اسی لئے اسی کے ساتھ فرمایا کہ اپنے غائبانہ لشکر اتار کر اس کی مدد فرمائی یعنی فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر دبا دیا اور اپنے کلمے کا بول بالا کیا۔ شرک کو پست کیا اور توحید کو اونچا کیا۔ حضورؐ سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی بہادری کے لئے' دوسرا حمیت قومی کے لئے' تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کے لئے لڑ رہا ہے تو ان میں اللہ کی راہ کا مجاہد کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا' جو کلمہ حق کو بلند و بالا کرنے کی نیت سے لڑے وہ راہ حق کا مجاہد ہے۔ اللہ تعالیٰ انتقام لینے پر غالب ہے۔ جس کی مدد کرنا چاہے کرتا ہے۔ نہ اس کے سامنے کوئی روک سکے نہ اس کے ارادے کو کوئی بدل سکے۔ کون ہے جو اس کے سامنے لب ہلا سکے یا آنکھ ملا سکے۔ اس کے سب اقوال و افعال' حکمت و مصلحت' بھلائی اور خوبی سے پر ہیں۔ تعالیٰ شانہ وجد مجدہ۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾

نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی۔ راہ رب میں اپنی مال و جان سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو ○

جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے: ☆☆ (آیت: ۴۱) کہتے ہیں کہ سورہ براۃ میں یہی آیت پہلے اتری ہے۔ اس میں ہے کہ غزوہ تبوک کے لئے تمام مسلمانوں کو ہادی امم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نکل کھڑے ہونا چاہئے۔ اہل کتاب رومیوں سے جہاد کے لئے تمام مومنوں کو چلنا چاہئے' خواہ دل مانے یا نہ مانے۔ خواہ آسانی نظر آئے یا طبیعت پر گراں گزرے۔ ذکر ہو رہا تھا کہ کوئی بڑھاپے کا' کوئی بیماری کا عذر کر دے تو یہ آیت اتری۔ بوڑھے جوان سب کو پیغمبر کا ساتھ دینے کا عام حکم ہوا۔ کسی کا کوئی عذر نہ چلا۔ حضرت ابو طلحہؓ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی اور اس حکم کی تعمیل میں سرزمین شام میں چلے گئے اور نصرانیوں سے جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ جان بخشنے والے اللہ کو اپنی جان سپرد کر دی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر آئے تو فرمانے لگے ہمارے رب نے تو میرے خیال سے بوڑھے جوان سب کو جہاد کے لئے چلنے کی دعوت دی ہے۔ میرے پیارے بچو۔ میرا سامان تیار کرو۔ میں ملک شام کے جہاد میں شرکت کے لئے ضرور جاؤں گا۔ بچوں نے کہا ابا جی حضور کی حیات تک آپ نے حضور کی ماتحتی میں جہاد کیا۔ خلافت صدیقی میں آپ مجاہدین کے ساتھ رہے۔ خلافت فاروقی کے آپ مجاہد مشہور ہیں۔ اب آپ کی عمر جہاد کی نہیں رہی۔ آپ گھر پر آرام کیجئے۔ ہم لوگ آپ کی طرف سے میدان جہاد میں نکلتے ہیں اور اپنی تلوار کے جوہر دکھاتے ہیں لیکن آپ نہ مانے اور اسی وقت گھر سے روانہ ہو گئے' سمندر پار جانے کے لئے کشتی لی اور چلے۔ ہنوز منزل مقصود سے کئی دن کی راہ پر تھے جو سمندر کے عین درمیان روح پروردگار کو سونپ دی۔ نو دن تک کشتی چلتی رہی لیکن کوئی جزیرہ یا ٹاپو نظر نہ آیا کہ وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ نو دن کے بعد خشکی پر اترے اور آپ کو سپرد لحد کیا۔ اب تک نعش مبارک جوں کی توں تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضا۔ اور بھی بہت سے بزرگوں سے خفافاً وثقالاً کی تفسیر جوان اور بوڑھے مروی ہے۔

الغرض جوان ہوں' بوڑھے ہوں' امیر ہوں' فقیر ہوں' فارغ ہوں' مشغول ہوں' خوش حال ہوں یا تنگ دل ہوں' بھاری ہوں یا ہلکے ہوں' حاجت مند ہوں' کاری گر ہوں' آسانی والے ہوں' سختی والے ہوں' پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں' قوی ہوں یا کمزور جس حالت میں بھی ہوں' بلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہ حق کے جہاد کے لئے چل پڑیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے طور پر ابو عمرو اوزاعی کا قول ہے کہ جب اندرون روم حملہ ہوا ہو تو مسلمان ہلکے پھلکے اور سوار چلیں۔ اور جب ان بندرگاہوں کے کناروں پر حملہ ہو تو ہلکے' بوجھل' سوار' پیدل ہر طرح نکل کھڑے ہو جائیں۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ آیت فَلَوْ لَا نَفَرَ الخ سے یہ حکم منسوخ ہے۔ اس پر ہم پوری روشنی ڈالیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مروی ہے کہ ایک بھاری بدن کے بڑے شخص نے آپ سے اپنا حال ظاہر کر کے اجازت چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور یہ آیت اتری۔ لیکن یہ حکم صحابہؓ پر سخت گذرا۔

پھر جناب باری نے اسے آیت لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ الخ سے منسوخ کر دیا یعنی ضعیفوں' بیماروں' تنگ دست فقیروں پر جب کہ ان کے پاس خرچ تک نہ ہو' اگر وہ اللہ کے دین اور شرع مصطفیٰ کے حامی اور طرف دار اور خیر خواہ ہوں تو میدان جنگ میں نہ جانے پر کوئی حرج نہیں۔ حضرت ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول غزوے سے لے کر پوری عمر تک سوائے ایک سال کے ہر غزوے میں موجود رہے اور فرماتے رہے کہ خفیف و ثقیل دونوں کو نکلنے کا حکم ہے اور انسان کی حالت ان دو حالتوں سے سوا نہیں ہوتی۔ حضرت ابو راشد حرانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مقداد بن اسود سوار سرکار رسالت مآب کو حمص میں دیکھا کہ ہڈی اتر گئی ہے۔ پھر بھی ہودج میں سوار ہو کر جہاد کو جا رہے ہیں تو میں نے کہا' اب تو شریعت آپ کو معذور سمجھتی ہے۔ آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنو' سورۃ البعوث یعنی سورہ برات ہمارے

سامنے اتری ہے جس میں حکم ہے کہ ہلکے بھاری سب جہاد کو جاؤ۔ حضرت حیان بن زید شرعی کہتے ہیں کہ صفوان بن عمرو والی حمص کے ساتھ جراجمہ کی جانب جہاد کے لئے چلے' میں نے دمشق کے ایک عمر رسیدہ بزرگ کو دیکھا کہ حملہ کرنے والوں کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار وہ بھی آ رہے ہیں۔ ان کی بھنویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی ہیں۔ شیخ فانی ہو چکے ہیں۔ میں نے پاس جا کر کہا' چچا صاحب آپ تو اب اللہ کے نزدیک بھی معذور ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی بھنویں ہٹائیں اور فرمایا بھتیجے سنو اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری ہونے کی دونوں صورتوں میں ہم سے جہاد میں نکلنے کی طلب کی ہے۔ سنو جہاں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے' وہاں اس کی آزمائش بھی ہوتی ہے۔ پھر اس پر بعد از ثابت قدمی اللہ کی رحمت برستی ہے۔ سنو اللہ کی آزمائش شکر و صبر و ذکر اللہ اور توحید خالص سے ہوتی ہے جہاد کے حکم کے بعد مالک زمین و زماں اپنی راہ میں اپنے رسولؐ کی مرضی میں مال و جان کے خرچ کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔ دینوی نفع تو یہ ہے کہ تھوڑا سا خرچ ہوگا اور بہت سی غنیمت ملے گی۔ آخرت کے نفع سے بڑھ کر کوئی نفع نہیں۔ حضورﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ذمے دو باتوں میں سے ایک ضروری ہے۔ وہ مجاہد کو یا تو شہید کر کے جنت کا مالک بنا دیتا ہے یا اسے سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹاتا ہے۔ خود الہ العالمین کا فرمان عالی شان ہے کہ تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے باوجودیکہ تم اسے کتراکھا رہے ہو۔ لیکن بہت ممکن ہے کہ تمہاری نہ چاہی ہوئی چیز ہی دراصل تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری چاہت کی چیز فی الواقع تمہارے حق میں بے حد مضر ہو' سنو تم تو بالکل نادان ہو اور اللہ تعالیٰ پورا پورا دانا بینا ہے۔ حضورؐ نے ایک شخص سے فرمایا' مسلمان ہو جا' اس نے کہا جی تو چاہتا نہیں' آپؐ نے فرمایا گو نہ چاہے (مسند احمد)

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۴۲﴾ ع ۶

اگر جلد وصول ہونے والا مال اسباب ہوتا اور ہلکا سا سفر ہوتا تو یہ ضرور تیرے پیچھے ہو لیتے لیکن ان پر تو دوری اور دراز کی مشکل پڑ گئی' اب تو یہ اللہ کی قسمیں کھانے لگیں گے کہ اگر ہم میں قوت و طاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے' یہ اپنی جانوں کو خود ہی ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ ان کے جھوٹا ہونے کا سچا علم اللہ کو ہے ○

عیار لوگوں کو بے نقاب کر دو: ☆☆ (آیت:۴۲) جو لوگ غزوہ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے اور اس کے بعد حضورؐ کے پاس آ آ کر اپنے جھوٹے اور بناوٹی عذر پیش کرنے لگے تھے' انہیں اس آیت میں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دراصل انہیں کوئی معذوری نہ تھی۔ اگر کوئی آسان غنیمت اور قریب کا سفر ہوتا تو یہ لالچی ساتھ ہو لیتے لیکن شام تک کے لمبے سفر نے ان کے گھٹنے توڑ دیئے' اس مشقت کے خیال نے ان کے ایمان کمزور کر دیئے۔ اب یہ آ آ کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اللہ کے رسول کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہوتا تو بھلا ہم شرف رکابی چھوڑنے والے تھے؟ ہم تو جان و دل سے آپ کے قدموں میں حاضر ہو جاتے۔ اللہ فرماتا ہے' ان کے جھوٹ کا مجھے علم ہے۔ انہوں نے تو اپنے آپ کو غارت کر دیا۔

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

اللہ تجھے معاف فرما دے۔ تو نے انہیں کیوں اجازت دے دی بغیر اس کے کہ تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی جان لے ○ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان و یقین رکھنے والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ○ یہ اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے۔ جن کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں ○

نہ ادھر کے نہ ادھر کے: ☆☆ (آیت: ۴۵) سبحان اللہ! اللہ کی اپنے محبوب سے کیسی باتیں ہو رہی ہیں؟ سخت بات کے سنانے سے پہلے ہی معافی کا اعلان سنایا جاتا ہے۔ اس کے بعد رخصت دینے کا عہد بھی سورہ نور میں کیا جاتا ہے اور ارشاد عالی ہوتا ہے فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ الخ یعنی ان میں سے کوئی اگر آپ سے اپنے کسی کام اور شغل کی وجہ سے اجازت چاہے تو آپ جسے چاہیں اجازت دے سکتے ہیں۔ یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے جن لوگوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ حضورؐ سے اجازت طلبی تو کریں۔ اگر اجازت ہو جائے تو اچھا اور اگر اجازت نہ بھی دیں تو بھی ہم اس غزوے میں جائیں گے تو نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انہیں اجازت نہ ملتی تو اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ سچے عذر والے اور جھوٹے بہانے والے کھل جاتے۔ نیک و بد میں ظاہری تمیز ہو جاتی۔ اطاعت گزار تو حاضر ہو جاتے۔ نافرمان باوجود اجازت نہ ملنے کے بھی نہ نکلتے۔ کیونکہ انہوں نے تو طے کر لیا تھا' حضورؐ ہاں کہیں' یا نہ کہیں ہم تو جہاد میں جانے کے نہیں۔ اس لئے جناب باری نے اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سچے ایماندار لوگ راہ حق کے جہاد سے رکنے کی اجازت تجھ سے طلب کریں۔ وہ تو جہاد کو موجب قربت الہیہ مان کر اپنی جان و املاک کے فدا کرنے کے آرزو رزومند رہتے ہیں۔ اللہ بھی اس متقی جماعت سے بخوبی آگاہ ہے۔ بلا عذر شرعی بہانے بنا کر جہاد سے رک جانے کی اجازت طلب کرنے والے تو بے ایمان لوگ ہیں جنہیں دار آخرت کی جزا کی کوئی امید ہی نہیں۔ ان کے دل آج تک تیری شریعت کے بارے میں شک و شبہ میں ہی ہیں' یہ حیران و پریشان ہیں۔ ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے۔ انہیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں۔ یہ ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ نہ ادھر کے ہیں نہ ادھر کے' یہ اللہ کے گمراہ کئے ہوئے ہیں۔ تو ان کے سنوارنے کا کوئی رستہ نہ پائے گا۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾

اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لئے سامان کی تیاری کر رکھتے لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا۔ پس انہیں حرکت سے ہی روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے ہی رہو ○ اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتے بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے' ان کے ماننے والے خود تم میں موجود ہیں۔ اللہ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے ○

غلط گو' غلط کار کفار و منافق: ☆☆ (آیت: ۴۶-۴۷) عذر کرنے والوں کے غلط ہونے کی ایک ظاہری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو کم از کم سامان سفر تو تیار کر لیتے لیکن یہ تو اعلان اور حکم کے بعد بھی کئی دن گذرنے کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ ایک تنکا بھی ادھر سے ادھر نہ کیا' دراصل اللہ کو ان کا تمہارے ساتھ نکلنا پسند ہی نہ تھا۔ اس لئے انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ اور قدرتی طور پر ان سے کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کا ہی ساتھ دو۔ ان کے ساتھ گونا پسند رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ پورے نامراد اعلیٰ درجے کے بزدل' بڑے ہی ڈرپوک ہیں۔ اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے تو پتہ کھڑکا اور بندہ سرکا کی مثل کو اصل کر دکھاتے اور ان کے ساتھ ہی تم میں بھی فساد برپا ہو جاتا۔ یہ ادھر کی ادھر' ادھر کی ادھر لگا بجھا کر' بات کا بتنگڑ بنا کر' آپس میں پھوٹ اور عداوت ڈلوا دیتے اور کوئی نیا فتنہ کھڑا کر کے تمہیں آپس میں ہی الجھا دیتے۔ ان کے ماننے والے' ان کے ہم خیال' ان کی پالیسی کو اچھی نظر سے دیکھنے والے خود تم میں بھی موجود ہیں۔ وہ اپنے بھولے پن سے ان کی شر انگیزیوں سے بےخبر رہتے ہیں جس کا نتیجہ مومنوں کے حق میں نہایت برا نکلتا ہے۔ آپس میں شر و فساد پھیل جاتا ہے۔

مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اندر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کے حامی اور ہمدرد ہیں۔ یہ لوگ تمہاری جاسوسی کرتے رہتے ہیں اور تمہاری پل پل کی خبریں انہیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ معنی کرنے سے وہ لطافت باقی نہیں رہتی جو شروع آیت سے ہے یعنی ان لوگوں کا تمہارے ساتھ نہ نکلنا اللہ کو اس لئے بھی ناپسند رہا کہ تم میں بعض وہ بھی ہیں جو ان کو مان لیا کرتے ہیں۔ یہ تو بہت درست ہے لیکن ان کے نہ نکلنے کی وجہ کے لئے جاسوسی کی کوئی خصوصیت نہیں ہو سکتی۔

اسی لئے قتادہ وغیرہ مفسرین کا یہی قول ہے۔ امام محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اجازت طلب کرنے والوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور جد بن قیس بھی تھا اور یہی بڑے بڑے رؤسا اور ذی اثر منافق تھے۔ اللہ نے انہیں دور ڈال دیا۔ اگر یہ ساتھ ہوتے تو ان کے سامنے ان کی بات مان لینے والے وقت پر ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بن جاتے' محمدیؐ لشکر میں ابتری پھیل جاتی کیونکہ یہ لوگ وجاہت والے تھے اور کچھ مسلمان ان کے حال سے واقف ہونے کی وجہ سے ان کے ظاہری اسلام اور چرب کلامی پر مفتوں تھے اور اب تک ان کے دلوں میں ان کی محبت تھی۔ یہ ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھی' سچ ہے پورا علم اللہ ہی کو ہے' غائب حاضر جو ہو چکا ہو اور ہونے والا ہو' سب اس پر روشن ہے۔ اسی لئے اپنے علم غیب کی بنا پر وہ فرماتا ہے کہ تم مسلمانو! ان کا نہ نکلنا ہی غنیمت سمجھو۔ یہ ہوتے تو اور فساد و فتنہ برپا کرتے۔ نہ خود جہاد کرتے نہ کرنے دیتے۔ اسی لئے فرمان ہے کہ اگر کفار دوبارہ بھی دنیا میں لوٹائے جائیں تو نئے سرے سے پھر وہی کریں جس سے منع کیئے جائیں اور یہ جھوٹے کے جھوٹے ہی رہیں۔

ایک اور آیت میں ہے کہ اگر اللہ کے علم میں ان کے دلوں میں کوئی بھی خیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ عزوجل انہیں ضرور سنا دیتا لیکن اب تو یہ حال ہے کہ سنیں بھی تو منہ موڑ کر لوٹ جائیں۔ اور جگہ ہے کہ اگر ہم ان پر لکھ دیتے کہ تم آپس میں ہی موت کا کھیل کھیلو یا جلاوطن ہو جاؤ تو سوائے بہت کم لوگوں کے یہ ہرگز اسے نہ کرتے۔ حالانکہ ان کے حق میں بہتر اور اچھا یہی تھا کہ جو نصیحت انہیں کی جائے' یہ اسے بجا لائیں تاکہ اس صورت میں ہم انہیں اپنے پاس سے اجر عظیم دیں اور راہ مستقیم دکھائیں۔ ایسی آیتیں اور بھی بہت ساری ہیں۔

یہ تو اس سے پہلے بھی فتنے کی تلاش کرتے رہے ہیں اور تیرے لئے کاموں کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ پہنچا اور اللہ کا حکم غالب آ گیا باوجود یکہ وہ ناخوشی میں ہی رہے ○ ان میں سے کوئی تو کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجئے۔ مجھے فتنے میں نہ ڈالئے' آگاہ رہو۔ وہ تو فتنے میں پڑ چکے ہیں' یقیناً دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے ○

فتنہ وفساد کی آگ' منافق: ☆☆ (آیت:۴۸) اللہ تعالیٰ منافقین سے نفرت دلانے کے لئے فرما رہا ہے کہ کیا بھول گئے' مدتوں تو یہ فتنہ و فساد کی آگ سلگاتے رہے اور تیرے کام الٹ دینے کی بیسیوں تدبیریں کر چکے ہیں۔ مدینے میں آپ کا قدم آتے ہی تمام عرب نے ایک ہو کر مصیبتوں کی بارش برسا دی۔ باہر سے وہ چڑھ دوڑے۔ اندر سے یہود مدینہ اور منافقین مدینہ نے بغاوت کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دن میں سب کی کمانیں توڑ دیں' ان کے جوڑ ڈھیلے کر دیئے' ان کے جوش ٹھنڈے کر دیئے' بدر کے معرکے نے ان کے ہوش وحواس بھلا دیئے اور ان کے ارمان ذبح کر دیئے۔ رأس المنافقین عبداللہ بن ابی نے صاف کہہ دیا کہ بس اب یہ لوگ ہمارے بس کے نہیں رہے۔ اب تو سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ظاہر میں اسلام کی موافقت کی جائے۔ دل میں جو ہے سو ہے' وقت آنے دو۔ دیکھا جائے گا اور دکھا دیا جائے گا۔ جیسے جیسے حق کی بلندی اور توحید کا بول بالا ہوتا گیا' یہ لوگ حسد کی آگ میں جلتے گئے۔ آخر حق نے قدم جمائے' اللہ کا کلمہ غالب آ گیا اور یہ یونہی سینہ پیٹتے اور ڈنڈے بجاتے رہے۔

جد بن قیس جیسے بدتمیزوں کا حشر: ☆☆ (آیت:۴۹) جد بن قیس سے حضورؐ نے فرمایا' اس سال نصرانیوں کے جلاوطن کرنے میں تو ہمارا ساتھ دے گا؟ تو اس نے کہا' یا رسول اللہؐ مجھے تو معاف رکھئے' میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بے طرح شیدائی ہوں۔ عیسائی عورتوں کو دیکھ کر مجھ سے تو اپنا نفس روکا نہ جائے گا۔ آپ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس منافق نے یہ بہانہ بنایا حالانکہ وہ فتنے میں تو پڑا ہوا ہے۔ رسول اللہؐ کا ساتھ چھوڑنا جہاد سے منہ موڑنا یہ کیا کم فتنہ ہے؟ یہ منافق بنوسلمہ قبیلے کا رئیس اعظم تھا۔ حضورؐ نے جب اس قبیلے کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا جد بن قیس جو بڑا ہی شوم اور بخیل ہے۔ آپؐ نے فرمایا' بخل سے بڑھ کر اور کیا بری بیماری ہے؟ سنو اب سے تمہارا سردار نوجوان سفید اور خوبصورت حضرت بشر بن برا بن معرور ہیں۔ جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔ نہ اس سے وہ بچ سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نجات پا سکیں۔

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۰ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

تجھے اگر کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں برا لگتا ہے اور تجھے کوئی برائی پہنچ جائے تو یہ کہتے ہیں ہم نے تو اپنا معاملہ پہلے سے ہی درست کر لیا تھا۔ پھر تو بڑے ہی اِتراتے ہوئے لوٹتے ہیں ○ تو کہہ دے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی، وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے، مومنوں کو تو اللہ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے ○

بدفطرت لوگوں کا دوغلا پن: ☆☆ (آیت: ۵۰-۵۱) ان بد باطن لوگوں کی اندرونی خباثت کا بیان ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی فتح و نصرت سے، ان کی بھلائی اور ترقی سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور اگر اللہ نہ کرے، یہاں اس کے خلاف ہوا تو بڑے شور و غل مچاتے ہیں، گا گا کر اپنی چالاکی کے افسانے گائے جاتے ہیں کہ میاں اسی وجہ سے ہم تو ان سے بچے رہے۔ مارے خوشی کے بغلیں بجانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو جواب دے کہ رنج و راحت اور ہم خود اللہ کی تقدیر اور اس کی منشاء کے ماتحت ہیں، وہ ہمارا مولیٰ ہے، وہ ہمارا آقا ہے، وہ ہماری پناہ ہے۔ ہم مومن ہیں اور مومنوں کا بھروسہ اسی پر ہوتا ہے۔ وہ ہمیں کافی ہے۔ بس وہ ہمارا کارساز ہے اور بہترین کارساز ہے۔

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۭ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ڮ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

کہہ دے کہ تم ہمارے بارے میں جس چیز کا انتظار کر رہے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ہی ایک ہے، اور ہم تمہارے حق میں اس کا انتظار کرتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کوئی سزا تمہیں دے یا ہمارے ہاتھوں سے، پس ایک طرف تم منتظر رہو۔ دوسری جانب تمہارے ساتھ ہم بھی منتظر ہیں ○ کہہ دے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو، قبول تو ہرگز نہ کیا جائے گا۔ یقیناً تم بے حکم لوگ ہو ○ کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے ہی نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں ○

شہادت ملی تو جنت، بچ گئے تو غازی: ☆☆ (آیت: ۵۲-۵۴) مسلمانوں کے جہاد میں دو ہی انجام ہوتے ہیں اور دونوں ہر طرح اچھے ہیں۔ اگر شہادت ملی تو جنت اپنی ہے اور اگر فتح ملی تو غنیمت و اجر ہے، پس اے منافقو تم جو ہماری بابت انتظار کر رہے ہو۔ وہ انہی دو اچھائیوں میں سے ایک کا ہے اور ہم جس بات کا انتظار تمہارے بارے میں کر رہے ہیں، وہ دو برائیوں میں سے ایک کا ہے یعنی یا تو یہ کہ اللہ کا عذاب براہ راست تم پر آ جائے یا ہمارے ہاتھوں سے تم پر اللہ کی مار پڑے کہ قتل و قید ہو جاؤ۔ اچھا اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ منتظر رہیں۔ دیکھیں پردۂ

غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ تمہارے خرچ کرنے کا اللہ بھوکا نہیں۔ تم خوشی سے دوتو اور ناراضگی سے دوتو' وہ تو قبول فرماتا نہیں' اس لئے کہ تم فاسق لوگ ہو۔ تمہارے خرچ کی عدم قبولیت کا باعث تمہارا کفر ہے اور اعمال کی قبولیت کی شرط کفر کا نہ ہونا بلکہ ایمان کا ہونا ہے ساتھ ہی کسی عمل میں تمہارا نیک قصد اور سچی ہمت نہیں۔ نماز کو آتے ہو تو بھی بجھے دل سے' گرتے مرتے پڑتے سست اور کاہل ہو کر۔ دیکھا دیکھی مجمع میں دو چار دے بھی دیتے ہو تو مرے جی سے' دل کی تنگی سے۔ صادق و مصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' اللہ نہیں تھکتا لیکن تم تھک جاؤ' اللہ پاک ہے۔ وہ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے۔ متقیوں کے اعمال قبول ہوتے ہیں' تم فاسق ہو۔ تمہارے اعمال قبولیت سے گرے ہوئے ہیں۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾

تو ان کے مال واولاد سے تعجب میں نہ پڑ' اللہ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں ○

کثرت مال ودولت عذاب بھی ہے: ☆☆ (آیت: ۵۵) ان کے مال واولاد کو للچائی ہوئی نگاہوں سے نہ دیکھ۔ ان کی دنیا کی اس ہیرا پھیری کی کوئی حقیقت نہ گن' یہ ان کے حق میں کوئی بھلی چیز نہیں۔ یہ تو ان کے لئے دینوی سزا بھی ہے کہ نہ اس میں سے زکوۃ نکلے نہ اللہ کے نام خیرات ہو۔

قتادہؒ کہتے ہیں' یہاں مطلب مقدم وموخر ہے یعنی تجھے ان کی مال واولاد اچھے نہ لگنے چاہئیں۔ اللہ کا ارادہ اس سے انہیں اس حیات دنیا میں ہی سزا دینے کا ہے۔ پہلا قول حضرت حسن بصیرؒ کا ہے۔ وہی اچھا اور قوی ہے۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ اس میں یہ ایسے پھنسے رہیں گے کہ مرتے دم تک راہ ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔ یوں ہی بتدریج پکڑ لئے جائیں گے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ یہی حشمت' وجاہت' مال ودولت جہنم کی آگ بن جائے گا۔

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

ع ۸

یہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ یہ تمہاری جماعت کے لوگ ہیں' حالانکہ وہ دراصل تمہارے نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں ○ اگر یہ کوئی بچاؤ کی جگہ یا کوئی غار یا کوئی بھی سر گھسانے کی جگہ پالیں تو ابھی اس طرف لگام توڑ کر الٹے بھاگ چھوٹیں ○ ان میں وہ بھی ہیں جو خیراتی مال کی تقسیم کے بارے میں تجھ پر عیب رکھتے ہیں' اگر انہیں اس میں سے مل جائے تو خوش ہیں اور اگر اس میں سے نہ ملا تو فوراً ہی بگڑ کھڑے ہوئے ○ اگر یہ لوگ اللہ رسول کے دیئے ہوئے پر خوش رہتے اور کہہ دیتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے۔ اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی' ہم تو اللہ کی ذات سے ہی توقع رکھنے والے ہیں ○

جھوٹی قسمیں کھانے والوں کی حقیقت : ☆☆ (آیت: ۵۶-۵۷) ان کی تنگ دلی' ان کی غیر مستقل مزاجی' ان کی سراسیمگی' پریشانی' گھبراہٹ اور بے اطمینانی کا یہ حال ہے کہ تمہارے پاس آ کر تمہارے دل میں گھر کرنے کے لئے اور تمہارے ہاتھوں سے بچنے کے لئے بڑی لمبی چوڑی زبردست قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ ہم تمہارے ہیں' ہم مسلمان ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ یہ صرف خوف و ڈر ہے جو ان کے پیٹ میں درد پیدا کر رہا ہے۔ اگر آج انہیں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی قلعہ مل جائے' اگر آج یہ کوئی محفوظ غار دیکھ لیں یا کسی اچھی سرنگ کا پتہ انہیں چل جائے تو یہ تو سارے کے سارے دم بھر میں اس طرف دوڑ جائیں' تیرے پاس ان میں سے ایک بھی نظر نہ آئے کیونکہ انہیں تجھ سے کوئی محبت یا انس تو نہیں ہے۔ یہ تو صرف مجبوری اور خوف کی بنا پر تمہاری چاپلوسی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اسلام ترقی کر رہا ہے۔ یہ جھکتے چلے جا رہے ہیں' مومنوں کی ہر خوشی سے یہ جلتے تڑپتے ہیں۔ ان کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ موقعہ مل جائے تو آج بھاگ جائیں۔

مال و دولت کے حریص منافق : ☆☆ (آیت: ۵۸-۵۹) بعض منافق آنحضرت ﷺ پر تہمت لگاتے ہیں کہ آپ مال زکوٰۃ کو صحیح تقسیم نہیں کرتے وغیرہ۔ اور ان سے ان کا ارادہ سوائے اپنے نفع کے حصول کے اور کچھ نہ تھا۔ انہیں کچھ مل جائے تو راضی راضی ہیں۔ اگر اتفاق سے یہ رہ جائیں تو بس ان کے نتھنے پھولے جاتے ہیں۔ حضورؐ نے مال زکوٰۃ جب ادھر ادھر تقسیم کر دیا تو انصار میں سے کسی نے ہانک لگائی کہ یہ عدل نہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ اور روایت میں ہے کہ ایک نومسلم صحرائی حضور کو سونا چاندی بانٹتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر اللہ نے تجھے عدل کا حکم دیا ہے تو تو عدل نہیں کرتا۔ آپؐ نے فرمایا' تو تباہ ہو۔ اگر میں بھی عادل نہیں تو زمین پر اور کون عادل ہوگا؟ پھر آپؐ نے فرمایا' اس سے اور اس جیسوں سے بچو۔ میری امت میں ان جیسے لوگ ہوں گے' قرآن پڑھیں گے لیکن حلق سے نہیں اترے گا' وہ جب نکلیں' انہیں قتل کر ڈالو پھر نکلیں تو مار ڈالو پھر جب ظاہر ہوں' پھر گردنیں مارو۔ آپؐ فرماتے ہیں' اللہ کی قسم نہ میں تمہیں دوں نہ تم سے روکوں۔ میں تو ایک خازن ہوں۔ جنگ حنین کے مال غنیمت کے وقت ذوالخویصرہ ہرقوص نامی ایک شخص نے حضورؐ پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا تو عدل نہیں کرتا۔ انصاف سے کام کر' آپؐ نے فرمایا' اگر میں عدل نہ کروں تو پھر تیری بربادی کہیں نہیں جا سکتی۔ جب اس نے پیٹھ پھیری تو آپؐ نے فرمایا' اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جن کی نمازوں کے مقابلے میں تمہاری نمازیں حقیر معلوم ہوں گی اور ان کے روزوں کے مقابلے میں تم میں سے ہر ایک کو اپنے روزے حقیر معلوم ہوں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے۔ تمہیں جہاں بھی مل جائیں' ان کے قتل میں کمی نہ کرو' آسمان تلے ان مقتولوں سے بدتر مقتول اور کوئی نہیں۔

پھر ارشاد ہے کہ انہیں رسول کے ہاتھوں جو کچھ بھی اللہ نے دلوا دیا تھا اگر یہ اس پر قناعت کرتے' صبر و شکر کرتے اور کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے' وہ اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں ہمیں اور بھی دلوائے گا۔ ہماری امیدیں ذات الٰہی سے ہی وابستہ ہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔ پس ان میں اللہ کی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دے' اس پر انسان کو صبر و شکر کرنا چاہئے۔ توکل ذات واحد پر رکھے' اسی کو کافی وافی سمجھے' رغبت اور توجہ' لالچ اور امید اور توقع اس کی ذات پاک سے رکھے۔ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت میں سرمو فرق نہ کرے

اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے کہ جو احکام ہوں انہیں بجالانے اور جو منع کام ہوں انہیں چھوڑ دینے اور جو خبریں ہوں انہیں مان لینے اور صحیح اطاعت کرنے میں وہ رہبری فرمائے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡعٰمِلِيۡنَ عَلَيۡهَا
وَالۡمُؤَلَّـفَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَفِى الرِّقَابِ وَالۡغٰرِمِيۡنَ وَفِىۡ
سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِؕ فَرِيۡضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَاللّٰهُ
عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۶۰﴾

صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور راہ اللہ میں اور راہ رو مسافروں کے لئے فرض ہے اللہ کی طرف سے اللہ علم و حکمت والا ہے ○

زکوۃ اور صدقات کا مصرف نبی نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے تحت ہے؟ ☆☆ (آیت: ۶۰) اوپر کی آیت میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا جو ذات رسولؐ پر تقسیم صدقات میں اعتراض کر بیٹھتے تھے۔ اب یہاں اس آیت میں بیان فرمادیا کہ تقسیم زکوۃ پیغمبرؐ کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ ہمارے بتائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے۔ ہم نے خود اس کی تقسیم کر دی ہے۔ کسی اور کے سپرد نہیں کی۔ ابوداؤد میں ہے' زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے سرکار نبوتؐ میں حاضر ہو کر آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ایک شخص نے آن کر آپ سے سوال کیا کہ مجھے صدقے میں کچھ دلوایئے' آپؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نبی' غیر نبی کسی کے حکم پر تقسیم زکوۃ کے بارے میں راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ خود اس نے تقسیم کر دی ہے۔ آٹھ مصرف مقرر کر دیئے ہیں۔ اگر تو ان میں سے کسی میں ہے تو میں تجھے دے سکتا ہوں۔ امام شافعیؒ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ زکوۃ کے مال کی تقسیم ان آٹھوں قسم کے تمام لوگوں پر کرنی واجب ہے اور امام مالکؒ وغیرہ کا قول ہے کہ واجب نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک کو ہی دے دینا کافی ہے۔ گو اور قسم کے لوگ بھی ہوں۔ عام اہل علم کا قول یہی ہے کہ آیت میں بیان مصرف ہے نہ کہ ان سب کو دینے کے وجوب کا ذکر۔ ان اقوال کی دلیلوں اور مناظروں کی جگہ یہ کتاب نہیں۔ واللہ اعلم۔ فقیروں کو سب سے پہلے اس لئے بیان فرمایا کہ ان کی حاجت بہت سخت ہے۔ گو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسکین فقیر سے بھی برے حال والا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ تلے مال نہ ہو' اسی کو فقیر نہیں کہتے بلکہ فقیر وہ بھی ہے جو محتاج ہو' گرا پڑا ہو' گو کچھ کھاتا کماتا بھی ہو۔ ابن علیہ کہتے ہیں۔ اس روایت میں اخلق کا لفظ ہے۔ اخلق کہتے ہیں ہمارے نزدیک تجارت کو لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں۔ اور بہت سے حضرات فرماتے ہیں' فقیر وہ ہے جو سوال سے بچنے والا ہو اور مسکین وہ ہے جو سائل ہو۔ لوگوں کے پیچھے لگنے والا اور گھروں اور گلیوں میں گھومنے والا۔ قتادہ کہتے ہیں' فقیر وہ ہے جو بیماری والا ہو اور مسکین وہ ہے جو صحیح سالم جسم والا ہو۔ ابراہیم کہتے ہیں' مراد اس سے مہاجر فقراء ہیں۔ سفیان ثوری کہتے ہیں۔ یعنی دیہاتیوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ ملے۔ عکرمہ کہتے ہیں' مسلمانو فقراء کو مساکین نہ کہو۔ مسکین تو صرف اہل کتاب کے لوگ ہیں۔ اب وہ حدیثیں سنئے جو ان آٹھوں قسموں کے متعلق ہے۔ فقراء۔ حضورؐ فرماتے ہیں' صدقہ مالدار پر اور تندرست' توانا پر حلال نہیں۔ کچھ شخصوں نے حضورؐ سے صدقے کا مال مانگا۔ آپؐ نے بغور نیچے سے اوپر تک انہیں ہٹا کٹا' قوی' تندرست دیکھ کر فرمایا اگر تم چاہو تو تمہیں دے دوں مگر امیر شخص کا اور قوی طاقت اور کماؤ شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

مساکین، حضورؐ فرماتے ہیں مسکین یہی گھوم گھوم کر ایک لقمہ دو لقمے، ایک کھجور دو کھجور لے کر ٹل جانے والے ہی نہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ پھر مساکین کون لوگ ہیں؟ آپؐ نے فرمایا جو بے پرواہی کے برابر نہ پائے نہ اپنی ایسی حالت رکھے کہ کوئی دیکھ کر پہچان لے اور کچھ دے دے نہ کسی سے خود کوئی سوال کرے۔ صدقہ وصول کرنے والے یہ تحصیل دار ہیں۔ انہیں اجرت اسی مال سے ملے گی۔

آنحضرت ﷺ کے قرابت دار جن پر صدقہ حرام ہے، اس عہدے پر نہیں آسکتے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن عباس رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر گئے کہ ہمیں صدقہ وصولی کا عامل بنا دیجئے۔ آپؐ نے جواب دیا کہ محمدؐ اور آل محمدؐ پر صدقہ حرام ہے۔ یہ تو لوگوں کا میل کچیل ہے۔ جن کے دل بہلائے جاتے ہیں، ان کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض کو تو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں جیسے کہ حضورؐ نے صفوان بن امیہ کو غنیمت حنین کا مال دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت کفر کی حالت میں حضورؐ کے ساتھ نکلا تھا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ آپ کی اس داد و دہش نے میرے دل میں آپؐ کی سب سے زیادہ محبت پیدا کر دی حالانکہ پہلے سب سے بڑا دشمن آپؐ کا میں ہی تھا۔ بعض کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا اسلام مضبوط ہو جائے اور ان کا دل اسلام پر لگ جائے۔ جیسے کہ حضورؐ نے حنین والے دن مکہ کے آزاد کردہ لوگوں کے سرداروں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ میں ایک کو دیتا ہوں۔ دوسرے کو جو اس سے زیادہ میرا محبوب ہے، نہیں دیتا اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اوندھے منہ جہنم میں گر پڑے۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے یمن سے کچا سونا مٹی سمیت آپؐ کی خدمت میں بھیجا تو آپؐ نے صرف چار شخصوں میں ہی تقسیم فرمایا۔ اقرع بن حابس، عینیہ بن بدر، عقلمہ بن علاچہ اور زید خیر اور فرمایا 'میں ان کی دلجوئی کے لئے انہیں دے رہا ہوں۔ بعض کو اس لئے بھی دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آس پاس والوں سے صدقہ پہنچائے یا آس پاس کے دشمنوں کی نگہداشت رکھے اور انہیں اسلامیوں پر حملہ کرنے کا موقعہ نہ دے۔ ان سب کی تفصیل کی جگہ احکام وفروع کی کتابیں ہیں نہ کہ یہ تفسیر۔ واللہ اعلم۔

حضرت عمرؓ اور عامر شعبی اور ایک جماعت کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اب یہ مصرف باقی نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے دی ہے۔ مسلمان ملکوں کے مالک بن گئے ہیں اور بہت سے بندگان اللہ ان کے ماتحت ہیں۔ لیکن اور بزرگوں کا قول ہے کہ اب بھی مولفتہ القلوب کو زکوۃ دینی جائز ہے۔ فتح مکہ اور فتح ہوازن کے بعد بھی حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ان لوگوں کو مال دیا۔ دوسرے یہ کہ اب بھی ایسی ضرورتیں پیش آجایا کرتی ہیں۔ آزادگی گردن کے بارے میں بہت سے بزرگ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے وہ غلام ہیں جنہوں نے رقم مقرر کر کے اپنے مالکوں سے اپنی آزادگی کی شرط کرلی ہے۔ انہیں مال زکوۃ سے رقم دی جائے کہ وہ ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔ اور بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس نے یہ شرط نہ لکھوائی ہو، اسے بھی مال زکوۃ سے خرید کر آزاد کرنے میں کوئی ڈر خوف نہیں۔ غرض مکاتب غلام اور محض غلام دونوں کی آزادگی زکوۃ کا ایک مصرف ہے، احادیث میں بھی اس کی بہت کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے یہاں تک کہ فرمایا ہے کہ آزاد کردہ غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر ہر عضو جہنم سے آزاد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ بھی۔ اس لئے کہ ہر نیکی کی جزا اسی جیسی ہوتی ہے۔

قرآن فرماتا ہے تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم نے کیا ہوگا۔ حدیث میں ہے، تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ کے ذمے حق ہے۔ وہ غازی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو، وہ مکاتب غلام اور قرض دار جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہو، وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ بدکاری سے محفوظ رہنے کا ہو۔ کسی نے حضورؐ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔ آپؐ نے فرمایا

نسمہ آزاد کر اور گردن خلاصی کر۔ اس نے کہا کہ یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں تسمہ کی آزادگی یہ ہے کہ تو اکیلا ہی کسی غلام کو آزاد کر دے۔ اور گردن خلاصی یہ ہے کہ تو بھی اس میں جو تجھ سے ہو سکے' مدد کرے۔ قرض دار کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک شخص دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر لے لے' کسی کے قرض کا اپنا ضامن بن جائے۔ پھر اس کا مال ختم ہو جائے یا وہ خود قرض دار بن جائے یا کسی نے برائی پر قرض اٹھایا ہو اور اب وہ توبہ کر لے۔ پس انہیں بھی مال زکوۃ دیا جائے گا کہ یہ قرض ادا کر دیں۔ اس مسئلے کی اصل قبیصہ بن مخارق ہلالی کی یہ روایت ہے کہ میں نے دوسرے کا حوالہ اپنی طرف لیا تھا۔ پھر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا' تم ٹھہرو ہمارے پاس مال صدقہ آئے گا۔ ہم اس میں سے تمہیں دیں گے۔ پھر فرمایا قبیصہ سن۔ تین قسم کے لوگوں کو ہی سوال حلال ہے۔ ایک تو وہ جو ضامن پڑے' پس اس رقم کے پورا ہونے تک اسے سوال جائز ہے۔ پھر سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے' اسے بھی سوال کرنا درست ہے یہاں تک کہ ضرورت پوری ہو جائے۔ تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گذرنے لگے اور اس کی قسم کے تین ذی ہوش لوگ اس کی شہادت کے لئے کھڑے ہو جائیں کہ ہاں بے شک فلاں شخص پر فاقے گذرنے لگے ہیں۔ اسے بھی مانگ لینا جائز ہے تاوقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامان زندگی مہیا ہو جائے۔ ان کے سوا اوروں کو سوال کرنا حرام ہے۔ اگر وہ مانگ کر' کچھ لے کر کھائیں گے تو حرام کھائیں گے (مسلم شریف) ایک شخص نے زمانہ نبویؐ میں ایک باغ خریدا' قدرت الٰہی سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا۔ اس سے وہ بہت قرض دار ہو گیا۔ حضورؐ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ تمہیں جو ملے' لے لو۔ اس شخص کے سوا تمہارے لئے اور کچھ نہیں۔ (مسلم)

آپ فرماتے ہیں کہ ایک قرض دار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلا کر اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تو نے قرض کیوں لیا اور کیوں رقم ضائع کر دی جس سے لوگوں کے حقوق برباد ہوئے۔ وہ جواب دے گا کہ یا اللہ تجھے خوب علم ہے۔ میں نے نہ اس کی رقم کھائی نہ پی نہ اڑائی بلکہ میرے ہاں مثلاً چوری ہو گئی یا آگ لگ گئی یا کوئی اور آفت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرا بندہ سچا ہے۔ آج تیرے قرض کے ادا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق میں ہی ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوا کر ان کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا جس سے نیکیاں برائیوں سے بڑھ جائیں گی اور اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اپنے فضل و رحمت سے جنت میں لے جائے گا (مسند احمد) راہ الٰہی میں وہ مجاہدین غازی داخل ہیں جن کا دفتر میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ حج بھی راہ الٰہی میں داخل ہے۔ مسافر جو سفر میں بے سروسامان رہ گیا ہو یا اپنے شہر سے سفر کو جانے کا قصد رکھتے ہوں لیکن مال نہ ہو تو اسے بھی سفر خرچ مال زکوۃ سے دینا جائز ہے جو اسے آمد و رفت کے لئے کافی ہو۔ آیت کے اس لفظ کی دلیل کے علاوہ ابوداؤد وغیرہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مالدار پر زکوٰۃ حرام ہے۔ بجز پانچ قسم کے مالداروں کے ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو۔ دوسرا وہ جو مال کی زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے۔ تیسرا قرض دار' چوتھا راہ الٰہی کا غازی مجاہد۔ پانچواں وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفے کے اپنی کوئی چیز جو زکوٰۃ میں اسے ملی ہو' دے۔ اور روایت میں ہے زکوٰۃ مالدار کے لئے حلال نہیں مگر فی سبیل اللہ جو ہو یا سفر میں ہو اور جسے اس کا کوئی مسکین پڑوسی بطور تحفے ہدیئے کے دے یا اپنے ہاں بلا لے۔ زکوٰۃ کے ان آٹھوں مصارف کو بیان فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے یعنی مقدر ہے۔ اللہ کی تقدیر' اس کی تقسیم اور اس کا فرض کرنا۔ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا عالم ہے۔ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے۔ وہ اپنے قول' فعل شریعت اور حکم میں حکمت والا ہے۔ بجز اس کے کوئی بھی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کا پالنے والا ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾

ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہلکے کان کا ہے' تو کہہ دے کہ وہ کان تمہارے بھلے کے لئے ہے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں' یہ ان کے لئے رحمت ہے' رسول اللہ کو جو لوگ ایذا دیتے ہیں' ان کے لئے دکھ کی مار ہے ○ محض تمہیں خوش کرنے کے لئے تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں حالانکہ اگر یہ ایمان دار ہوتے تو اللہ اور اس کا رسول رضامند کرنے کے زیادہ مستحق تھے ○ کیا یہ نہیں جانتے ؟ کہ جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے' اس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے' جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے' یہ ہے زبردست رسوائی ○

نکتہ چین منافقوں کا مقصد: ☆☆ (آیت:۶۱) منافقوں کی ایک جماعت بڑی موذی ہے۔ اپنی باتوں سے اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ پہنچاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نبی تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے' جس سے جو سنا' مان لیا' جب ہم اس کے پاس جائیں گے اور قسمیں کھائیں گے' وہ ہماری بات کا یقین کر لے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بہتر کانوں والا' بہترین سننے والا ہے' وہ صادق وکاذب کو خوب جانتا ہے۔ وہ اللہ کی باتیں مانتا ہے' اور باایمان لوگوں کی سچائی بھی جانتا ہے۔ وہ مومنوں کے لئے رحمت ہے اور بے ایمانوں کے لئے اللہ کی حجت ہے۔ رسولؐ کے ستانے والوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

نادان اور کوڑ مغز کون؟ ☆☆ (آیت:۶۲-۶۳) واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقل مند' دانا اور تجربہ کار ہیں۔ اگر محمد (ﷺ) کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے۔ یہ بات ایک سچے مسلمان صحابیؓ نے سن لی اور اس نے کہا واللہ' حضورؐ کی سب باتیں بالکل سچی ہیں اور نہ ماننے والوں کی بے وقوفی اور کوڑ مغز ہونے میں کوئی شک ہی نہیں۔ جب یہ صحابی دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا کہ آپ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں۔ یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے۔ اس صحابیؓ نے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا۔ اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ کیا ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ اور رسولؐ کے مخالف ابدی جہنمی ہیں۔ ذلت ورسوائی' عذاب دوزخ بھگتنے والے ہیں۔ اس سے بڑھ کر شومی طالع' اس سے زیادہ رسوائی' اس سے بڑھ کر شقاوت اور کیا ہوگی؟

یَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَیۡهِمۡ سُوۡرَةٌ تُنَبِّئُهُمۡ بِمَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَیَقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِكُمۡ ؕ اِنۡ نَّعۡفُ عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُعَذِّبۡ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِیۡنَ ﴿۶۶﴾

منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے کہہ دے کہ تم مذاق اڑاتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر دبک رہے ہو ○ اگر تو ان سے پوچھے تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے' تو کہہ دے کہ کیا اللہ' اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں ○ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے' اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگذر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے ○

نبی اکرم ﷺ سے گھبراتے بھی ہیں: ☆☆ (آیت:۶۴) آپس میں بیٹھ کر باتیں تو گانٹھ لیتے لیکن پھر خوف زدہ رہتے کہ کہیں اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو بذریعہ وحی الٰہی خبر نہ ہو جائے۔ اور آیت میں ہے تیرے سامنے آ کر وہ دعائیں دیتے ہیں جو اللہ نے نہیں دیں۔ پھر اپنے جی میں اکڑتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ ہمیں کوئی سزا کیوں نہیں دیتا؟ ان کے لئے جہنم کی کافی سزا موجود ہے جو بدترین جگہ ہے۔ یہاں فرماتا ہے' دینی باتوں اور مسلمانوں کی حالت پر دل کھول کر مذاق اڑا لو۔ اللہ بھی وہ راز افشاء کر دے گا جو تمہارے دلوں میں ہے۔ یاد رکھو ایک دن رسوا اور ذلیل ہو کر رہو گے۔ چنانچہ فرمان ہے کہ یہ بیمار دل لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دلوں کی بدیاں ظاہر ہی نہ ہوں گی۔ ہم تو انہیں اس قدر فضیحت کریں گے اور ایسی نشانیاں تیرے سامنے رکھ دیں گے کہ تو ان کے لب و لہجے سے ہی انہیں پہچان لے گا۔ اس سورت کا نام ہی سورۃ الفاضحہ ہے اس لئے کہ اس نے منافقوں کی قلعی کھول دی۔

مسلمان باہم گفتگو میں محتاط رہا کریں: ☆☆ (آیت:۶۵-۶۶) ایک منافق کہہ رہا تھا کہ ہمارے یہ قرآن خواں لوگ بڑے شکم دار' شیخی باز اور بڑے فضول اور بزدل ہیں۔ حضورؐ کے پاس جب اس کا ذکر ہوا تو یہ عذر پیش کرتا ہوا آیا کہ یا رسول اللہ ہم تو یونہی وقت گزاری کے لئے ہنس رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا' ہاں تمہاری ہنسی کے لئے اللہ' رسول اور قرآن ہی رہ گیا ہے۔ یاد رکھو اگر کسی کو ہم معاف کر دیں گے تو کسی کو سخت سزا بھی دیں گے۔ اس وقت حضورؐ اپنی اونٹنی پر سوار جا رہے تھے۔ یہ منافق آپ کی تلوار پر ہاتھ رکھے پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا معذرت کرتا ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ آپؐ اس کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے۔ جس مسلمان نے اس کا یہ قول سنا تھا' اس نے اسی وقت اسے جواب بھی دیا تھا کہ تو بکتا ہے' جھوٹا ہے' تو منافق ہے۔ یہ واقعہ جنگ تبوک کے موقع کا ہے۔ مسجد میں اس نے یہ ذکر کیا تھا۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ تبوک جاتے ہوئے حضورؐ کے ساتھ منافقوں کا ایک گروہ بھی تھا جن میں ودیعہ بن ثابت اور مخش بن حمیر وغیرہ تھے۔ یہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ نصرانیوں کی لڑائی کو عربوں کی آپس کی لڑائی جیسی سمجھنا سخت خطرناک غلطی ہے۔ اچھا ہے انہیں وہاں پٹنے دو۔ پھر ہم بھی یہاں ان

کی درگت بنائیں گے۔ اس پر ان کے دوسرے سردار مخش نے کہا' بھئی ان باتوں کو چھوڑ دو ورنہ یہ ذکر پھر قرآن میں آئے گا۔ کوڑے کھالینا ہمارے نزدیک تو اس رسوائی سے بہتر ہے۔ آگے آگے یہ لوگ یہ تذکرے کرتے جا ہی رہے تھے کہ حضورؐ نے حضرت عمارؓ سے فرمایا' جانا ذرا دیکھنا' یہ لوگ جل گئے' ان سے پوچھ تو کہ یہ کیا ذکر کر رہے تھے؟ اگر یہ انکار کریں تو تو کہنا کہ تم یہ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمارؓ نے جا کر ان سے یہ کہا' یہ حضورؐ کے پاس آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ حضورؐ ہنسی ہنسی میں ہمارے منہ سے ایسی بات نکل گئی' ودیعہ نے تو یہ کہا لیکن مخش بن حمیر نے کہا' یارسول اللہ آپؐ میرا اور میرے باپ کا نام ملاحظہ فرمایئے پس اس وجہ سے یہ لغو حرکت اور حماقت مجھ سے سرزد ہوئی۔ معاف فرمایا جاؤں۔ پس اس سے جناب باری نے درگذر فرمالیا اور اس آیت میں اسی سے درگذر فرمانے کا ذکر بھی ہوا ہے۔ اس کے بعد اس نے اپنا نام بدل لیا۔ عبدالرحمٰن رکھا۔ سچا مسلمان بن گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے اپنی راہ شہید کرتا کہ یہ دھبہ دھل جائے چنانچہ یمامہ والے دن یہ بزرگ شہید کر دیئے گئے اور ان کی نعش بھی نہ ملی رضی اللہ عنہ ورضاء۔ ان منافقوں نے بطور طعنہ زنی کے کہا تھا کہ لیجئے کیا آنکھیں پھٹ گئیں ہیں اب یہ چلے ہیں کہ رومیوں کے قلعے اور ان کے محلات فتح کریں۔ بھلا اس عقلمندی اور دور بینی کو تو دیکھئے جب حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں پر مطلع کر دیا تو یہ صاف منکر ہو گئے اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی۔ ہم تو آپس میں ہنسی کھیل کر رہے تھے۔ ہاں ان میں ایک شخص تھا جسے انشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہوگا۔ یہ کہا کرتا تھا کہ یا اللہ میں تیرے کلام کی ایک آیت سنتا ہوں جس میں میرے گناہ کا ذکر ہے۔ جب میں سنتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میرا دل کپکپانے لگتا ہے۔ پروردگار تو میری توبہ قبول فرما اور مجھے اپنی راہ میں شہید کر اور اس طرح کہ نہ کوئی مجھے غسل دے نہ کفن دے نہ دفن کرے' یہی ہوا۔ جنگ یمامہ میں یہ شہداء کے ساتھ شہید ہوئے تمام شہداء کی لاشیں مل گئیں لیکن ان کی نعش کا پتہ ہی نہ چلا۔ جناب باری کی طرف سے اور منافقوں کو جواب ملا کہ اب بہانے نہ بناؤ۔ تم زبانی ایماندار بنے تھے لیکن اب اسی زبان سے تم کافر ہو گئے۔ یہ قول کفر کا کلمہ ہے کہ تم نے اللہ' رسول اور قرآن کی ہنسی اڑائی۔ ہم اگر کسی سے درگذر بھی کر جائیں لیکن تم سب سے یہ معاملہ نہیں ہونے کا' تمہارے اس جرم اور اس بدترین خطا اور اس کافرانہ گفتگو کی تمہیں سخت ترین سزا بھگتنا پڑے گی۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾

تمام منافق مرد وعورت آپس میں ایک ہی ہیں' یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں' یہ اللہ کو بھول گئے۔ اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا' بیشک منافق ہی فاسق و بدکردار ہیں ○

ایک کے ہاتھ نیکیوں کے کھیت' دوسرے کے ہاتھ برائیوں کی وبا: ☆☆ (آیت: ۶۷) منافقوں کی خصلتیں مومنوں کے بالکل برخلاف ہوتی ہیں۔ مومن بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ منافق برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے ہیں۔ مومن سخی ہوتے ہیں۔ منافق بخیل ہوتے ہیں۔ مومن ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں۔ منافق یاد الٰہی بھلائے رہتے ہیں۔ اسی کے بدلے اللہ بھی ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جیسے کسی کو کوئی بھول گیا ہو۔ قیامت کے دن یہی ان سے کہا جائے گا کہ آج ہم

تمہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے۔ منافق راہ حق سے دور ہو گئے ہیں' گمراہی کی چکر دار بھول بھلیوں میں پھنس گئے ہیں۔ ان منافقوں اور کافروں کی ان بد اعمالیوں کی سزا ان کے لئے اللہ تعالیٰ جہنم کو مقرر فرما چکا ہے جہاں وہ ابدالآباد تک رہیں گے۔ وہاں کا عذاب انہیں بس ہو گا۔ انہیں رب رحیم اپنی رحمت سے دور کر چکا ہے اور ان کے لئے اس نے دائمی اور مستقل عذاب رکھے ہیں۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾

اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں' عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' وہی انہیں کافی ہے' ان پر اللہ کی پھٹکار ہے اور ان ہی کے لئے دائمی عذاب ہے ○ مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے' تم سے وہ زیادہ قوت والے تھے اور زیادہ مال و اولاد والے تھے' پس وہ اپنا دینی حصہ برت گئے۔ پھر تم نے بھی اپنا حصہ برت لیا جیسے تم سے پہلے کے لوگ اپنے حصے سے فائدہ مند ہوئے تھے اور تم نے بھی اسی طرح مذاقانہ بحث کی جیسے کہ انہوں نے کی تھی' ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہوئے۔ یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں ○

(آیت:۶۹) ان لوگوں کو بھی اگلے لوگوں کی طرح کے عذاب پہنچے۔ خلاق سے مراد یہاں دین ہے۔ جیسے اگلے لوگ جھوٹ اور باطل میں کودتے پھاندتے رہے' ایسے ہی ان لوگوں نے بھی کیا۔ ان کے یہ فاسد اعمال اکارت ہو گئے۔ نہ دنیا میں سودمند ہوئے نہ آخرت میں ثواب دلانے والے ہیں۔ یہی صریح نقصان ہے کہ عمل کیا اور ثواب نہ ملا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جیسے آج کی رات کل کی رات سے مشابہ ہوتی ہے' اسی طرح اس امت میں بھی یہودیوں کی مشابہت آ گئی۔ میرا تو خیال ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے' اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ان کی پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ جانور کے سوراخ میں داخل ہوا تو تم بھی اس میں گھسو گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی تابعداری کرو گے بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع اور ہاتھ بہ ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے۔ لوگوں نے پوچھا اس سے مراد آپ کی کون لوگ ہیں؟ کیا اہل کتاب؟ آپؐ نے فرمایا اور کون؟ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو قرآن کے ان لفظوں کو پڑھ لو

کالذین من قبلکم الخ، حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں خلاق سے مراد دین ہے۔ اور تم نے بھی اسی طرح کا خوض کیا جس طرح کا انہوں نے۔ لوگوں نے پوچھا' کیا فارسیوں اور رومیوں کی طرح؟ آپ نے فرمایا اور لوگ ہیں ہی کون؟ اس حدیث کے مفہوم پر شاہد صحیح احادیث میں بھی ہیں۔

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٧٠﴾

کیا انہیں اپنے سے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں۔ قوم نوح اور عاد و ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور اہل موتفکات' ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلیں لے کر پہنچے' اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا O

بدکاروں کے ماضی سے عبرت حاصل کرو: ☆☆ (آیت: ۷۰) ان بدکردار منافقوں کو وعظ سنایا جا رہا ہے کہ اپنے سے پہلے جیسوں کے حالات پر عبرت کی نظر ڈالو۔ دیکھو کہ نبیوں کی تکذیب کیا پھل لائی؟ قوم نوح کا غرق ہونا اور سوا مسلمانوں کے کسی کا نہ بچنا یاد کرو۔ عادیوں کا ہود علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ سے ہوا کے جھونکوں سے تباہ ہونا یاد کرو' ثمودیوں کا حضرت صالح علیہ السلام کے جھٹلانے اور اللہ کی نشانی اونٹنی کے کاٹ ڈالنے سے ایک جگر دوز کڑاکے کی آواز سے تباہ و برباد ہونا یاد کرو۔ ابراہیم علیہ السلام کا دشمنوں کے ہاتھوں سے بچ جانا اور ان کے دشمنوں کا غارت ہونا' نمرود بن کنعان بن کوش جیسے بادشاہ کا مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہونا نہ بھولو۔ وہ سب لعنت کے مارے بے نشان کر دیئے گئے۔ قوم شعیب انہی بدکرداریوں اور کفر کے بدلے زلزلے اور سائبان والے دن کے عذاب سے تہ و بالا کر دی گئی جو مدین کی رہنے والی تھی۔ قوم لوط جن کی بستیاں الٹی پڑی ہیں' مدین اور سدوم وغیرہ' اللہ نے انہیں بھی اپنے نبی لوطؑ کے ماننے اور اپنی بدفعلی نہ چھوڑنے کے باعث ایک ایک کو پیوند زمین کر دیا۔ ان کے پاس ہمارے رسول ہماری کتاب اور کھلے معجزے اور صاف دلیلیں لے کر پہنچے لیکن انہوں نے ایک نہ مانی۔

بالآخر اپنے ظلم سے آپ برباد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے تو حق واضح کر دیا' کتاب اتار دی' رسول بھیج دیئے' حجت ختم کر دی لیکن یہ رسولوں کے مقابلے پر آمادہ ہوئے' کتاب اللہ کی تعمیل سے بھاگے' حق کی مخالفت کی۔ پس لعنت رب اتری اور انہیں خاک سیاہ کر گئی۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾

مومن مرد عورت آپس میں ایک دوسرے کے مددومعاون اور دوست ہیں' یہ بھلائیاں سکھاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ نمازوں کو پابندی سے بجا لاتے ہیں۔

زکوۃ ادا کرتے ہیں- اللہ کی اور اس کے رسول کی مانتے ہیں' یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا' بیشک اللہ تعالیٰ عزت و غلبے والا حکمت و درست کاری والا ہے ○

مسلمان ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں : ☆☆ (آیت:۷۱) منافقوں کی بدخصلتیں بیان فرما کر مسلمانوں کی نیک خصلتیں بیان فرما رہا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں- ایک دوسرے کا دست و بازو بنے رہتے ہیں- صحیح حدیث میں ہے کہ مومن مومن کے لیے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے' آپؐ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھا بھی دیا- اور صحیح حدیث میں ہے' مسلمان اپنی دوستی اور سلوک میں مثل ایک جسم کی مانند ہیں کہ ایک حصے کو بھی اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بیماری اور بیداری میں مبتلا ہو جاتا ہے- یہ پاک نفس لوگ اوروں کی تربیت سے بھی غافل نہیں رہتے- سب کو بھلائیاں دکھاتے ہیں' اچھی باتیں بتاتے ہیں' برے کاموں سے' بری باتوں سے امکان بھر روکتے ہیں- حکم الٰہی بھی یہی ہے- فرماتا ہے' تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو بھلائیوں کا حکم دے اور برائیوں سے منع کرے- یہ نمازی ہوتے ہیں- ساتھ ہی زکوۃ بھی دیتے ہیں تا کہ ایک طرف اللہ کی عبادت ہو اور دوسری جانب مخلوق کی دلجوئی ہو- اللہ اور رسول کی اطاعت ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے- جو حکم ملا' بجا لائے- جس سے روکا' رک گئے- یہی لوگ ہیں جو رحم الٰہی کے مستحق ہیں- یہی صفتیں ہیں جن سے اللہ کی رحمت ان کی طرف لپکتی ہے-

اللہ عزیز ہے- وہ اپنے فرمانبرداروں کی خود بھی عزت کرتا ہے اور انہیں ذی عزت بنا دیتا ہے- دراصل عزت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور اس نے اپنے رسولوں اور اپنے ایماندار غلاموں کو بھی عزت دے رکھی ہے' اس کی حکمت ہے کہ ان میں یہ صفتیں رکھیں اور منافقوں میں وہ خصلتیں رکھیں' اس کی حکمت کی تہہ کو کون پہنچ سکتا ہے؟ جو چاہے کرے' وہ برکتوں اور بلندیوں والا ہے-

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾

ان ایمان دار مردوں عورتوں سے اللہ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں- جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہنے والے ہیں اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے' یہی زبردست کامیابی ہے ○

مومنوں کو نیکیوں کے انعامات : ☆☆ (آیت:۷۲) مومنوں کی ان نیکیوں پر جو اجر و ثواب انہیں ملے گا' ان کا بیان ہو رہا ہے کہ ابدی نعمتیں' ہمیشگی کی راحتیں' باقی رہنے والی جنتیں' جہاں قدم قدم پر خوشگوار پانی کے چشمے ابل رہے ہیں' جہاں بلند و بالا خوبصورت' مزین' صاف ستھرے' آرائش و زیبائش والے محلات اور مکانات ہیں- حضور علیہ السلام فرماتے ہیں' دو جنتیں تو صرف سونے کی ہیں- ان کے برتن اور جو کچھ بھی وہاں ہے' سب سونے ہی سونے کا ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں- برتن بھی اور کل چیزیں بھی- ان میں اور دیدار الٰہی میں کوئی حجاب بجز اس کبریائی کی چادر کے نہیں جو اللہ جل وعلا کے چہرے پر ہے' یہ جنت عدن میں ہوں گے- اور حدیث میں ہے کہ مومن کے لیے جنت میں ایک خیمہ ہوگا- ایک ہی موتی کا بنا ہوا- اس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا- مومن کی بیویاں وہیں ہوں گی جن کے پاس یہ آتا جاتا رہے گا لیکن

ایک دوسرے کو دکھائی نہ دیں گی۔

آپ کا فرمان ہے' جو اللہ رسولؐ پر ایمان لائے' نماز قائم رکھے' رمضان کے روزے رکھے' اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے' اس نے ہجرت کی ہو یا اپنے وطن میں ہی رہا ہو۔ لوگوں نے کہا' پھر ہم اوروں سے بھی یہ حدیث بیان کر دیں؟ آپؐ نے فرمایا' جنت میں ایک سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لیے بنائے ہیں۔ ہر دو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں۔ پس جب بھی تم اللہ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو۔ وہ سب سے اونچی اور سب سے بہتر جنت ہے۔ جنتوں کی سب نہریں وہیں سے نکلتی ہیں۔ اس کی چھت رحمان کا عرش ہے۔ فرماتے ہیں۔ اہل جنت جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے چمکتے دمکتے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ یہ بھی معلوم رہے کہ تمام جنتوں میں خالص ایک اعلیٰ مقام ہے جس کا نام وسیلہ ہے کیونکہ وہ عرش سے بالکل قریب ہے۔ یہ جگہ ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ آپ فرماتے ہیں' جب تم مجھ پر درود پڑھو تو اللہ سے میرے لیے وسیلہ طلب کیا کرو۔ پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا جنت کا وہ اعلیٰ درجہ جو ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔ آپؐ فرماتے ہیں' موذن کی اذان کا جواب دو' جیسے کلمات وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو' وہ جنت کی ایک منزل ہے جو تمام مخلوق الہیہ میں سے ایک ہی شخص کو ملے گی۔ مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ہی عنایت ہو گی۔ جو شخص میرے لئے اللہ سے اس وسیلے کی طلب کرے اس کے لئے میری شفاعت بروز قیامت حلال ہو گئی۔ فرماتے ہیں' میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کرو' دنیا میں جو بھی میرے لئے وسیلے کی دعا کرے گا' میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔ صحابہؓ نے ایک دن آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہمیں جنت کی باتیں سنائیے' ان کی بنا کس چیز کی ہے؟ فرمایا سونے چاندی کی اینٹوں کی' اس کا گارا خالص مشک ہے' اس کے کنکر لولو اور یاقوت ہے' اس کی مٹی زعفران ہے' اس میں جو جائے گا' وہ نعمتوں میں ہو گا جو کبھی خالی نہ ہوں۔ وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا جس کے بعد موت کا کھٹکا بھی نہیں۔ نہ اس کے کپڑے خراب ہوں نہ اس کی جوانی ڈھلے۔ فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے اور باہر کا حصہ اندر سے۔ ایک اعرابی نے پوچھا' حضورؐ یہ بالا خانے کن کے لئے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو اچھا کلام کرے' کھانا کھلائے' روزے رکھے اور راتوں کو لوگوں کے سونے کے وقت تہجد کی نماز ادا کرے۔ فرماتے ہیں' کوئی ہے جو جنت کا شائق اور اس کے لئے محنت کرنے والا ہو؟ واللہ جنت کی کوئی چار دیواری محدود کرنے والا نہیں۔ وہ تو ایک چمکتا ہوا بقعہ نور ہے اور مہکتا ہوا گلستان ہے اور بلند و بالا پاکیزہ محلات ہیں اور جاری و ساری لہریں ہیں اور گدرائے ہوئے اور پکے میووں کے خوشے ہیں اور خوش جمال' خوبصورت' پاک سیرت حوریں ہیں اور بیش قیمت رنگین ریشمی جوڑے ہیں' مقام ہے ہمیشگی کا' گھر ہے سلامتی کا' میوے ہیں لدے پھندے' سبزہ ہے پھیلا ہوا' کشادگی اور راحت ہے' امن اور چین ہے' نعمت اور رحمت ہے' عالیشان خوش منظر کو شک اور حویلیاں ہیں۔ یہ سن کر لوگ بول اٹھے کہ حضورؐ ہم سب اس جنت کے مشتاق اور اس کے حاصل کرنے کے کوشاں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان شاء اللہ کہو۔ پس لوگوں نے ان شاء اللہ کہا۔

پھر فرماتا ہے' ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور بالا نعمت اللہ کی رضامندی ہے۔ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ عزوجل جنتیوں کو پکارے گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبیك ربنا وسعدیك والخیر فی یدیك۔ پوچھے گا کہو' تم خوش ہو گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ خوش کیوں نہ ہوتے۔ تو نے تو اے پروردگار ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لو میں تمہیں اس سے بہت ہی

افضل واعلیٰ چیز عطا فرماتا ہوں- وہ کہیں گے یا اللہ اس سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' سنو میں نے اپنی رضامندی تمہیں عطا فرمائی - آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناخوش نہ ہوں گا- حضورؐ فرماتے ہیں' جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے' اللہ عزوجل فرمائے گا' کچھ اور چاہیے تو دوں' وہ کہیں گے' یا اللہ جو تو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے' اس سے بہتر تو کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی- اللہ فرمائے گا' وہ میری رضامندی ہے جو سب سے بہتر ہے- امام حافظ ضیاء مقدسی نے صفت جنت میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے- اس میں اس حدیث کو شرط صحیح پر بتایا ہے واللہ اعلم-

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

اے نبیؐ! کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھ اور ان پر سختی کرتا رہ' ان کی اصلی جگہ دوزخ ہے' جو نہایت بدترین جگہ ہے ۞ یہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبانوں سے نکل چکا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس کام کا قصد بھی کیا جو پورا نہ کر سکے- یہ صرف اسی بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ انہیں اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے رسولؐ نے دولت مند کر دیا' اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے' اور اگر منہ موڑے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کرے گا' اور زمین بھر میں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ کھڑا ہوگا ۞

چار تلواریں؟ ☆☆ (آیت: ۷۳-۷۴) کافروں منافقوں سے جہاد کا اور ان پر سختی کا حکم ہوا- مومنوں سے جھک کر ملنے کا حکم ہوا- کافروں کی اصلی جگہ جہنم مقرر فرما دی- پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے چار تلواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا- ایک تلوار تو مشرکوں میں- فرماتا ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کی خوب خبر لو- دوسری تلوار اہل کتاب کے کفار میں- فرماتا ہے قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ الخ جو اللہ پر' قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے' اللہ اور رسول کے حرام کئے ہوئے کو حرام نہیں مانتے- دین حق کو قبول نہیں کرتے' ان اہل کتاب سے جہاد کرو جب تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جھک کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا منظور نہ کر لیں- تیسری تلوار منافقین میں- ارشاد ہوتا ہے جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو- چوتھی تلوار باغیوں میں فرمان ہے فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ باغیوں سے لڑو جب تک کہ پلٹ کر وہ اللہ کے احکام کی حکم برداری کی طرف نہ آ جائیں- اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منافق جب اپنا نفاق ظاہر کرنے لگیں تو ان

سے تلوار سے جہاد کرنا چاہئے۔ امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہاتھ سے نہ ہو سکے تو ان کے منہ پر ڈانٹ ڈپٹ سے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے کافروں سے تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور منافقوں کے ساتھ زبانی جہاد کو فرمایا ہے اور یہ کہ ان پر نرمی نہ کی جائے۔ مجاہدؒ کا بھی تقریباً یہی قول ہے۔ ان پر حد شرعی کا جاری کرنا بھی ان سے جہاد کرنا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ کبھی تلوار بھی ان کے خلاف اٹھانی پڑے گی ورنہ جب تک کام چلے' زبان کافی ہے۔ جیسا موقعہ ہو کر لے۔

قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالی۔ حالانکہ درحقیقت کفر کا بول بول چکے ہیں اور اپنے ظاہری اسلام کے بعد کھلا کفر کر چکے ہیں۔ یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے۔ ایک جہنی اور ایک انصاری میں لڑائی ہوئی۔ جہنی شخص انصاری پر چھا گیا تو اس منافق نے انصار کو اس کی مدد پر ابھارا اور کہنے لگا' واللہ ہماری اور اس محمد (ﷺ) کی تو وہی مثال ہے کہ ''اپنے کتے کو موٹا تازہ کر کہ وہ تجھے ہی کاٹے'' واللہ اگر ہم اب کی مرتبہ مدینے واپس گئے تو ہم ذی عزت لوگ ان تمام کمینے لوگوں کو وہاں سے نکال کر باہر کریں گے۔ ایک مسلمان نے جا کر حضورؐ سے یہ گفتگو دہرا دی۔ آپ نے اسے بلوا کر اس سے سوال کیا تو یہ قسم کھا کر انکار کر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میری قوم کے جو لوگ حرہ کی جنگ میں کام آئے' ان پر مجھے بڑا ہی رنج و صدمہ ہو رہا تھا۔ اس کی خبر حضرت زید بن ارقمؓ کو پہنچی تو آپ نے مجھے خط میں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے آپ دعا کرتے ہیں' یا اللہ انصار کو اور انصار کے لڑکوں کو بخش دے۔ نیچے کے راوی ابن الفضل کو اس میں شک ہے کہ آپ نے اپنی اس دعا میں ان کے پوتوں کا نام بھی لیا یا نہیں؟ پس حضرت انسؓ نے موجودہ لوگوں میں سے کسی سے حضرت زید کی نسبت سوال کیا تو اس نے کہا یہی وہ زید ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی۔ سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضورؐ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک منافق نے کہا' اگر یہ سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی زیادہ احمق ہیں۔ حضرت زیدؓ نے کہا' واللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل سچے ہیں اور بے شک تو اپنی حماقت میں گدھے سے بڑھا ہوا ہے۔ پھر آپ نے یہ بات حضورؐ کے گوش گذار کی لیکن وہ منافق پلٹ گیا اور صاف انکار کر گیا اور کہا کہ زید نے جھوٹ بولا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور حضرت زیدؓ کی سچائی بیان فرمائی۔ لیکن مشہور بات یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے۔ ممکن ہے راوی کو اس آیت کے ذکر میں وہم ہو گیا ہو اور دوسری آیت کے بدلے اسے بیان کر دیا ہو۔ یہی حدیث بخاری شریف میں ہے لیکن اس جملے تک کہ زید وہ ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی۔ ممکن ہے کہ بعد کا حصہ موسیٰ بن عقبہ راوی کا اپنا قول ہو۔ اسی کی ایک روایت میں یہ پچھلا حصہ ابن شہاب کے قول سے مروی ہے۔ واللہ اعلم۔

مغازی اموی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیان کردہ تبوک کے واقعہ کے بعد ہے کہ جو منافق موخر چھوڑ دیئے گئے تھے اور جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا' ان میں سے بعض آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی تھے۔ ان میں جلاس بن عوید بن صامت بھی تھا۔ ان کے گھر میں عمیر بن سعد کی والدہ تھیں جو اپنے ساتھ حضرت عمیر کو بھی لے گئی تھیں۔ جب ان منافقوں کے بارے میں قرآنی آیتیں نازل ہوئیں تو جلاس کہنے لگا' واللہ اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ یوں تو آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ کی تکلیف مجھ پر میری تکلیف سے بھی زیادہ شاق ہے لیکن آپ نے اس وقت تو ایسی بات منہ سے نکالی ہے کہ اگر میں اسے پہنچاؤں تو رسوائی ہے اور نہ پہنچاؤں تو ہلاکت ہے' رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے۔ یہ کہہ کر یہ

بزرگ حاضر حضورؐ ہوئے اور ساری بات آپ کو کہہ سنائی۔ جلاس کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے سرکار نبوت میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر کہا کہ عمیر جھوٹا ہے۔ میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ اس کے بعد جلاس نے توبہ کر لی اور درست ہو گئے۔ یہ توبہ کی بات بہت ممکن ہے کہ امام محمد بن اسحاق کی اپنی کہی ہوئی ہو۔ حضرت کعبؓ کی یہ باتیں نہیں۔ واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت اپنے سوتیلے بیٹے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبا سے آ رہے تھے۔ دونوں گدھوں پر سوار تھے۔ اس وقت جلاس نے یہ کہا تھا۔ اس پر ان کے صاحبزادے نے فرمایا کہ اے دشمن رب' میں تیری اس بات کی رسول اللہ ﷺ کو خبر کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ مجھے تو ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ نازل ہو یا مجھ پر کوئی عذاب الٰہی نہ آ جائے یا اس گناہ میں بھی اپنے باپ کا شریک نہ کر دیا جاؤں چنانچہ میں سیدھا حاضر ہوا اور تمام بات حضورؐ کو مع اپنے ڈر کے سنا دی۔ ابن جریر میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک سائے دار درخت تلے بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کہ ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا اور تمہیں شیطان دیکھے گا۔ خبردار تم اس سے کلام نہ کرنا۔ اسی وقت ایک انسان کیری آنکھوں والا آیا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا تو اور تیرے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو؟ وہ اسی وقت گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا۔ سب نے قسمیں کھا کھا کر کہا' ہم نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا یہاں تک کہ حضورؐ نے ان سے درگذر فرما لیا پھر یہ آیت اتری۔ اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے وہ قصد کیا جو پورا نہ ہوا' مراد اس سے جلاس کا یہ ارادہ ہے کہ اپنے سوتیلے لڑکے کو جس نے حضورؐ کی خدمت میں بات کہہ دی تھی' قتل کر دے۔ ایک قول ہے کہ عبداللہ بن ابی نے خود حضورؐ کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ یہ قول بھی ہے کہ بعض لوگوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اسے سردار بنا دیں گو رسول اللہ ﷺ راضی نہ ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ دس سے اوپر آدمیوں نے غزوہ تبوک میں راستے میں حضورؐ کو دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہا تھا۔

چنانچہ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں' میں اور حضرت عمارؓ آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کے آگے پیچھے تھے۔ ایک چلاتا تھا۔ دوسرا نکیل تھامتا تھا۔ ہم عقبہ میں تھے کہ بارہ شخص منہ پر نقاب ڈالے آئے اور اونٹنی کو گھیر لیا۔ حضورؐ نے انہیں للکارا اور وہ دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے ہم سے فرمایا۔ کیا تم نے انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں' لیکن ان کی سواریاں ہماری نگاہوں میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا' یہ منافق تھے اور قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا۔ جانتے ہو یہ کس ارادے سے آئے تھے؟ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا اللہ کے رسول کو عقبہ میں پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے۔ ہم نے کہا حضورؐ ان کی قوم کے لوگوں سے کہلوا دیجئے کہ ہر قوم والے اپنی قوم کے جس آدمی کی شرکت اس میں پائیں' اس کی گردن اڑا دیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ورنہ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں گی کہ محمد (ﷺ) پہلے تو انہی لوگوں کو لے کر اپنے دشمنوں سے لڑے۔ ان پر فتح حاصل کر کے پھر اپنے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ آپؐ نے ان کے لئے بددعا کی کہ یا اللہ ان کے دلوں پر آتشیں پھوڑے پیدا کر دے۔

اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی میں حضورؐ نے اعلان کرا دیا کہ میں عقبہ کے راستے میں جاؤں گا۔ اس کی راہ کوئی نہ آئے۔ حضرت حذیفہ آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت عمارؓ پیچھے سے چلا رہے تھے کہ ایک جماعت اپنی اونٹنیوں پر سوار آ گئی۔ حضرت عمارؓ نے ان کی سواریوں کو مارنا شروع کیا اور حضرت حذیفہؓ نے حضورؐ کے فرمان سے آپ کی سواری کو نیچے کی طرف چلانا شروع کر دیا۔ جب نیچے کا میدان آ گیا' آپؐ سواری سے اتر آئے۔ اتنے میں عمارؓ بھی واپس پہنچ گئے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کون تھے۔ پہچانا بھی؟ حضرت عمارؓ نے کہا منہ تو چھپے ہوئے تھے لیکن سواریاں معلوم ہیں' پوچھا ان کا ارادہ کیا تھا' جانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں آپؐ نے فرمایا' انہوں نے چاہا تھا کہ شور کر کے ہماری اونٹنی کو بھڑکا دیں اور ہمیں گرا دیں۔ ایک شخص سے حضرت عمارؓ نے ان کی تعداد

دریافت کی تو اس نے کہا چودہ- آپ نے فرمایا' اگر تو بھی ان میں تھا تو پندرہ- حضورؐ نے ان سے تین شخصوں کے نام گنوائے- انہوں نے کہا واللہ ہم نے تو منادی کی' ندا سنی اور نہ ہمیں اپنے ساتھیوں کے کسی بدارادے کا علم تھا- حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ باقی کے بارہ لوگ اللہ رسولؐ سے لڑائی کرنے والے ہیں' دنیا میں اور آخرت میں بھی- امام محمد بن اسحاق نے ان سے بہت سے لوگوں کے نام بھی گنوائے ہیں- واللہ اعلم-

صحیح مسلم میں ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کے ساتھ حضرت عمارؓ کا کچھ تعلق تھا تو اس کو آپ نے قسم دے کر اصحاب عقبہ کی گنتی دریافت کی- لوگوں نے بھی اس سے کہا کہ ہاں بتادو- اس نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ چودہ تھے- اگر مجھے بھی شامل کیا جائے تو پندرہ ہوئے- ان میں سے بارہ تو دشمن اللہ اور رسولؐ ہی تھے اور تین شخصوں کی قسم پر کہ نہ ہم نے منادی کی نہ ندا سنی نہ ہمیں جانے والوں کے ارادے کا علم تھا' اس لئے معذور رکھا گیا- گرمی کا موسم تھا- پانی بہت کم تھا آپ نے فرمادیا تھا کہ مجھ سے پہلے وہاں کوئی نہ پہنچے لیکن اس پر بھی کچھ لوگ پہنچ گئے تھے- آپ نے ان پر لعنت کی' آپ کا فرمان ہے کہ میرے ساتھیوں میں بارہ منافق ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے' آٹھ کے کندھوں پر تو آتشی پھوڑا ہوگا جو سینے تک پہنچے گا اور انہیں ہلاک کردے گا- اسی باعث حضرت حذیفہؓ کو رسول اللہ ﷺ کا رازدار کہا جاتا تھا- آپ نے صرف انہی کو ان منافقوں کے نام بتائے تھے-- واللہ اعلم- طبرانی میں ان کے نام یہ ہیں- معتب بن قشیر' ودیعہ بن ثابت' جدین بن عبداللہ بن نبیل بن حارث جو عمرو بن عوف کے قبیلے کا تھا اور حارث بن یزید' طائی اوس بن قیطی' حارث بن سوید' سفیہ بن دراہ' قیس بن فہر' سوید' داعس قبیلہ بنو جعلی کے' قیس بن عمرو بن سہل' زید بن لصیت اور سلالہ بن ہمام- یہ دونوں قبیلہ بنو قینقاع کے ہیں- یہ سب بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے- اس آیت میں اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اسی بات کا بدلہ لیا ہے کہ انہیں اللہ نے اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں مالدار بنایا- اگر ان پر اللہ کا پورا فضل ہو جاتا تو انہیں ہدایت بھی نصیب ہو جاتی جیسے کہ حضورؐ نے انصار سے فرمایا' کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا کہ پھر اللہ نے میری وجہ سے تمہاری رہبری کی' تم متفرق تھے- اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت ڈال دی- تم فقیر بے نوا تھے- اللہ نے میرے سبب سے تمہیں غنی اور مالدار کر دیا- ہر سوال کے جواب میں انصار رضی اللہ عنہم فرماتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ کا اور اس کے رسول کا اس سے زیادہ احسان ہے- الغرض بیان یہ ہے- بے قصور ہونے کے بدلے یہ لوگ دشمنی اور بے ایمانی پر اتر آئے- جیسے سورہ بروج میں ہے کہ ان مسلمانوں میں سے ان کافروں کا انتقام صرف ان کے ایمان کے باعث تھا- حدیث میں ہے کہ ابن جمیل صرف اس بات کا انتقام لیتا ہے کہ وہ فقیر تھا- اللہ نے اسے غنی کر دیا- پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ اب بھی توبہ کرلیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر وہ اپنے اسی طریقہ پر کاربند رہے تو انہیں دنیا میں بھی سخت سزا ہوگی- قتل' صدمہ وغم اور دوزخ کے ذلیل و پست کرنے والے ناقابل برداشت عذاب کی سزا بھی- دنیا میں کوئی نہ ہوگا جو ان کی طرفداری کرے' ان کی مدد کرے' ان کے کام آئے' ان سے برائی ہٹائے یا انہیں نفع پہنچائے یہ بے یارومددگار رہ جائیں گے-

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ

مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝۷۷ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۷۸

ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم صدقہ خیرات کریں گے اور نیک کاروں میں ہو جائیں گے ○ لیکن جب اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ٹال مٹول کر کے منہ موڑ لیا ○ اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا۔ اللہ سے ملنے کے دن تک کیونکہ انہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدے کا خلاف کیا اور جھوٹ بولتے رہے ○ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا بھید اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام خبروں سے خبردار ہے ○

دعا قبول ہوئی تو اپنا عہد بھول گیا: ☆☆ (آیت: ۷۵-۷۸) بیان ہو رہا ہے کہ ان منافقوں میں وہ بھی ہے جس نے عہد کیا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ مالدار کر دے تو میں بڑی سخاوت کروں اور نیک بن جاؤں لیکن جب اللہ نے اسے امیر اور خوشحال بنا دیا' اس نے وعدہ شکنی کی اور بخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل میں ہمیشہ کے لئے نفاق ڈال دیا۔ یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے حضورؐ سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا تھوڑا مال جس کا شکر ادا ہو' اس بہت سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو۔ اس نے پھر دوبارہ بھی درخواست کی تو آپ نے پھر سمجھایا کہ تو اپنا حال اللہ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا؟ واللہ اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔ اس نے کہا حضور واللہ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب سخاوت کی داد دوں۔ ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں۔ آپ نے اس کے لئے مال میں برکت کی دعا کی۔ اس کی بکریوں میں اس طرح زیادتی شروع ہوئی جیسے کیڑے بڑھ رہے ہوں یہاں تک کہ مدینہ شریف اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہو گیا۔ یہ ایک میدان میں نکل گیا۔ ظہر' عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا۔ باقی نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں۔ جانوروں میں اور برکت ہوئی اسے اور دور جانا پڑا۔ اب سوائے جمعہ کے اور سب جماعتیں اس سے چھوٹ گئیں۔ مال بڑھتا گیا' ہفتے بعد جمعہ کے لئے آنا بھی اس نے چھوڑ دیا۔ آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا؟ ایک مرتبہ حضورؐ نے اس کا حال دریافت کیا' لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپؐ نے اظہار افسوس کیا۔

ادھر آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقے لے اور صدقے کے احکام بھی بیان ہوئے۔ آپ نے دو شخصوں کو جن میں ایک قبیلہ جہنیہ کا اور دوسرا قبیلہ سلیم کا تھا' انہیں تحصیلدار بنا کر صدقہ لینے کے احکام لکھ کر انہیں پروانہ دے کر بھیجا اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور فلاں بنی سلیم سے صدقہ لے آؤ۔ یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے۔ فرمان پیغمبر دکھایا۔ صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا واہ واہ یہ تو جزیئے کی بہن ہے۔ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ یہ کیا بات ہے اچھا اب تو جاؤ۔ لوٹتے ہوئے آنا۔ دوسرا شخص سلمی جب اسے معلوم ہوا تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انہیں لے کر خود ہی آگے بڑھا۔ انہوں نے ان جانوروں کو دیکھ کر کہا نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق نہ تجھ پر ان کا دینا واجب' اس نے کہا میں تو اپنی خوشی سے ہی بہترین جانور دینا چاہتا ہوں۔ آپ انہیں قبول فرمائیے۔ بالآخر انہوں نے لے لئے۔ اوروں سے بھی وصول کیا اور لوٹتے ہوئے پھر ثعلبہ کے پاس آئے۔ اس نے کہا ذرا مجھے وہ پرچہ تو پڑھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے۔ پڑھ کر کہنے لگا' بھئی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے۔ کافروں پر جو ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے۔ یہ تو بالکل ویسا ہی ہے۔ اچھا تم جاؤ۔ میں سوچ سمجھ لوں۔ یہ واپس چلے گئے' انہیں دیکھتے ہی حضورؐ نے ثعلبہ پر اظہار افسوس کیا اور سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا کی۔ اب انہوں نے بھی ثعلبہ اور سلمی دونوں کا

واقعہ کہہ سنایا۔

پس اللہ تعالیٰ جل وعلا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثعلبہ کے ایک قریبی رشتے دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر واقعہ بیان کیا اور آیت بھی پڑھ سنائی۔ یہ حضرتؐ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ آپ نے فرمایا' یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے' میں نے تو تجھے کہا تھا لیکن تو نہ مانا۔ یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔ حضورؐ نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔ پھر یہ خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا میری جو عزت حضورؐ کے پاس تھی' وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے' وہ آپ خوب جانتے ہیں۔ آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا تو میں کون؟ غرض آپ نے بھی انکار کر دیا۔ جب آپ کا بھی انتقال ہو گیا اور امیر المومنین حضرت عمرؓ مسلمانوں کے والی ہوئے' یہ پھر آیا اور کہا امیر المومنین آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا جب حضورؐ نے قبول نہیں فرمایا' خلیفہ اول نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں؟ چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔ پھر خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور لگا منت سماجت کرنے لیکن آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود حضورؐ نے اور آپ کے دونوں خلیفہ نے تیرا صدقہ قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کر لوں؟ چنانچہ قبول نہیں کیا۔ اسی اثنا میں یہ شخص ہلاک ہو گیا۔

الغرض پہلے تو سخاوت کے وعدے کئے تھے اور وہ بھی قسمیں کھا کھا کر۔ پھر اپنے وعدے سے پھر گیا اور سخاوت کے عوض بخیلی کی اور وعدہ شکنی کر لی۔ اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہو گیا جو اس وقت سے اس کی پوری زندگی تک اس کے ساتھ رہا۔ حدیث میں بھی ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب بات کرے' جھوٹ بولے' جب وعدہ کرے خلاف کرے' جب امانت سونپی جائے' خیانت کرے۔ لیکن یہ نہیں جانتے کہ اللہ دل کے ظاہر اور پوشیدہ ارادوں اور سینے کے رازوں کا عالم ہے۔ وہ پہلے سے ہی جانتا تھا کہ یہ خالی زبانی بکواس ہے کہ مالدار ہو جائیں تو یوں خیراتیں کریں۔ یوں شکر گزاری کریں۔ یوں نیکیاں کریں۔ لیکن دلوں پر نظریں رکھنے والا اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ مال مست ہو جائیں گے اور دولت پا کر خرمستیاں' ناشکری اور بخل کرنے لگیں گے۔ وہ ہر حاضر غائب کا جاننے والا ہے' وہ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے' ظاہر باطن سب اس پر روشن ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

جو لوگ ان مسلمانوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیراتیں کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں' یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں' اللہ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے انہی کے لئے دکھ کی مار ہے ○

منافقوں کا مومنوں کی حوصلہ شکنی کا ایک انداز: ☆☆ (آیت:۷۹) منافقوں کی ایک بدخصلت یہ بھی ہے کہ ان کی زبانوں سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل۔ یہ عیب جو بدگو لوگ بہت برے ہیں' اگر کوئی شخص بڑی رقم اللہ کی راہ میں دے تو یہ اسے ریاکار کہنے لگتے ہیں اور

اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں' لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی اللہ بھوکا تھا- چنانچہ جب صدقات دینے کی آیت اترتی ہے تو صحابہؓ اپنے اپنے صدقات لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں- ایک صاحب نے دل کھول کر بہت بڑی رقم دی تو اسے ان منافقوں نے ریا کار کا خطاب دیا- بیچارے ایک صاحب مسکین آدمی تھے- صرف ایک صاع اناج لائے تھے انہیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اس کا بیان اس آیت میں ہے- ایک مرتبہ آپ نے بقیع میں فرمایا کہ جو صدقہ دے گا' میں اس کی بابت قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دوں گا- اس وقت ایک صحابی نے اپنے عمامے میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر لپیٹ لیا- اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ اور چھوٹے قد کے تھے' ایک اونٹنی لے کر آگے بڑھے جن سے زیادہ اچھی اونٹنی بقیع بھر میں نہ تھی- کہنے لگے یارسول اللہ یہ اللہ کے نام پر خیرات ہے- آپؐ نے فرمایا- بہت اچھا- اس نے کہا- لیجئے سنبھال لیجئے- اس پر کسی نے کہا اس سے تو اونٹنی ہی اچھی ہے- آپ نے سن لیا اور فرمایا تو جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے- افسوس سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس' تین مرتبہ یہی فرمایا- پھر فرمایا- مگر وہ جو اپنے مال کو اس طرح اس طرح کرے اور ہاتھ بھر بھر کر آپ نے اپنے ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارہ کیا- یعنی راہ اللہ ہر نیک کام میں خرچ کرے-

پھر فرمایا' انہوں نے فلاح پالی جو کم مال والے اور زیادہ عبادت والے ہوں- حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ چالیس اوقیہ چاندی لائے اور ایک غریب انصاریؓ ایک صاع اناج لائے- منافقوں نے ایک کو ریا کار بتایا- دوسرے کے صدقے کو حقیر کہہ دیا- ایک مرتبہ آپ کے حکم سے لوگوں نے مال خیرات دینا اور جمع کرنا شروع کیا- ایک صاحب ایک صاع کھجوریں لے آئے اور کہنے لگے' حضورؐ میرے پاس کھجوروں کے دو صاع تھے- ایک میں نے اپنے اور اپنے بچوں کے لئے روک لیا اور ایک لے آیا- آپ نے اسے بھی جمع شدہ مال میں ڈال دینے کو فرمایا- اس پر منافق بکواس کرنے لگے کہ اللہ اور رسولؐ تو اس سے بے نیاز ہے- حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا میرے پاس ایک سو اوقیہ سونا ہے- میں یہ سب صدقہ کرتا ہوں- حضرت عمرؓ نے فرمایا' ہوش میں بھی ہے؟ آپ نے جواب دیا' ہاں ہوش میں ہوں' فرمایا پھر کیا کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا سنو میرے پاس آٹھ ہزار ہیں جن میں سے چار ہزار تو میں اللہ کو قرض دے رہا ہوں اور چار ہزار اپنے لئے رکھتا ہوں- حضورؐ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے جو تو نے رکھ لیا ہے اور جو تو نے خرچ کر دیا ہے- منافق ان پر باتیں بنانے لگے کہ لوگوں کو اپنی سخاوت دکھانے کے لئے اتنی بڑی رقم دے دی- پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بڑی رقم اور چھوٹی رقم والوں کی سچائی اور ان منافقوں کا موذی پن ظاہر کر دیا- بنو عجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات میں دی تھی جو ایک سو وسق پر مشتمل تھی- منافقوں نے اسے ریا کاری پر محمول کیا تھا- اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابوعقیل تھے- یہ قبیلہ بنوانیف کے شخص تھے- ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے ہنسی اور ہجو کی تھی- اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضورؐ نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لئے جمع کیا تھا- اس روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے دو ہزار دیئے تھے اور دو ہزار رکھے تھے- دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع کھجوریں حاصل کر کے ایک صاع رکھ لیں اور ایک صاع دے دیں- یہ حضرت ابوعقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے- رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے- ان کا نام حباب تھا- اور قول ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ثعلبہ تھا- پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزا میں اللہ نے بھی ان سے یہی بدلہ لیا- ان منافقوں کے لئے آخرت میں المناک عذاب ہیں اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی برا بدلہ ہے-

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾ ع ۸

ان کے لئے تو استغفار کر یا نہ کر اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا' یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے اور ان کے رسول سے کفر کیا ہے' ایسے فاسق لوگوں کو رب کریم ہدایت نہیں دیتا ○

منافق کے لئے استغفار کرنے کی ممانعت: ☆☆ (آیت:۸۰) فرماتا ہے کہ یہ منافق اس قابل نہیں کہ اے نبیؐ تو ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرے- ایک بار نہیں اگر تو ستر مرتبہ بھی بخشش ان کے لئے چاہے تو اللہ انہیں نہیں بخشے گا- یہ جو ستر کا ذکر ہے' اس سے مراد صرف زیادتی ہے- وہ ستر سے کم ہو یا بہت زیادہ ہو- بعض نے کہا ہے کہ مراد اس سے ستر کا ہی عدد ہے- چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تو ان کے لئے ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کروں گا تاکہ اللہ انہیں بخش دے-

پس اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں فرما دیا کہ ان کے لئے تیرا استغفار کرنا نہ کرنے کے برابر ہے- عبداللہ بن ابی منافق کا بیٹا حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ میرا باپ نزع کی حالت میں ہے- میری خواہش ہے کہ آپ اس کے پاس تشریف لے چلیں' اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں- آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا حباب- آپ نے فرمایا تیرا نام عبداللہ ہے' حباب تو شیطان کا نام ہے- اب آپ ان کے ساتھ ہوئے ان کے باپ کو اپنا کرتہ اپنے پسینے والا پہنایا- اس کی جنازے کی نماز پڑھائی- آپ سے کہا بھی گیا کہ آپ اس کے جنازے پر نماز پڑھ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ستر مرتبہ کے استغفار سے بھی نہ بخشنے کو فرمایا تو میں ستر بار پھر ستر بار پھر ستر بار استغفار کروں گا-

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے خلاف اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں یہ راہ اللہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنا پسند رکھتے ہیں- انہوں نے کہہ بھی دیا کہ اس گرمی میں مت نکلو تو کہہ دے کہ دوزخ کی آگ بہت ہی سخت گرم ہے کاش کہ وہ سمجھتے ہوتے ○ پس انہیں بہت کم ہنسنا چاہئے اور بہت زیادہ روئیں' بدلے میں اس کے جو یہ کیا کرتے تھے ○

جہنم کی آگ کالی ہے: ☆☆ (آیت:۸۱-۸۲) جو لوگ غزوہ تبوک میں حضورؐ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور گھروں میں بیٹھنے پر اکڑ رہے تھے- جنہیں راہ اللہ میں مال و جان سے جہاد کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا' جنہوں نے ایک دوسرے کے کان بھرے تھے کہ اس گرمی میں کہاں نکلو

گے؟ ایک طرف پھل پکے ہوئے ہیں' سائے بڑھے ہوئے ہیں دوسری جانب لو کے تھپیڑے چل رہے ہیں- پس اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ جہنم کی آگ جس کی طرف تم اس بدکرداری سے جا رہے ہو' وہ اس گرمی سے زیادہ بڑھی ہوئی حرارت اپنے اندر رکھتی ہے- یہ آگ تو اس آگ کا سترواں حصہ ہے جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے- اور روایت میں ہے کہ تمہاری یہ آگ آتش دوزخ کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے- پھر بھی یہ سمندر کے پانی میں دو دفعہ بجھائی ہوئی ہے ورنہ تم اس سے کوئی فائدہ نہ حاصل کر سکتے- حضورؐ فرماتے ہیں ایک ہزار سال تک آتش دوزخ دھونکی گئی تو سرخ ہوگئی- پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی- پھر ایک ہزار سال تک دھونکی گئی تو سیاہ ہوگئی پس وہ اندھیری رات جیسی سخت سیاہ ہے- ایک بار آپؐ نے آیت وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ کی تلاوت کی اور فرمایا ایک ہزار سال تک جلائے جانے سے وہ سفید پڑ گئی' پھر ایک ہزار سال تک بھڑکانے سے سرخ ہوگئی- پھر ایک ہزار سال دھونکے جانے سے سیاہ ہوگئی- پس وہ سیاہ رات جیسی ہے' اس کے شعلوں میں بھی چمک نہیں- ایک حدیث میں ہے کہ اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری مشرق میں ہو تو اس کی حرارت مغرب تک پہنچ جائے- ابو یعلی کی ایک غریب روایت ہے کہ اگر مسجد میں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں اور کوئی جہنمی یہاں آ کر سانس لے تو اس کی گرمی سے مسجد اور مسجد والے سب جل جائیں- اور حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے عذاب والا دوزخ میں وہ ہوگا جس کے دونوں پاؤں میں دو جوتیاں آگ کے تسمے سمیت ہوں گی جس کی گرمی سے اس کی کھوپڑی ابل رہی ہوگی اور وہ سمجھ رہا ہوگا کہ سب سے زیادہ عذاب اسی کو ہو رہا ہے حالانکہ دراصل سب سے ہلکا عذاب اس کا ہوگا- قرآن فرماتا ہے' وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اتار دیتی ہے- اور کئی آیتوں میں ہے کہ ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی بہایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی تمام چیزیں اور ان کی کھالیں جھلس جائیں گی- پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے ان کے سر کچلے جائیں گے- وہ جب وہاں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے- اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو- ایک اور آیت میں ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا' انہیں ہم بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیں گے- ان کی کھالیں جھلستی جائیں گی اور ہم ان کھالوں کے بدلے اور کھالیں بدلتے جائیں گے کہ وہ خوب عذاب چکھیں- اس آیت میں بھی فرمایا ہے کہ اگر انہیں سمجھ ہوتی تو یہ جان لیتے کہ جہنم کی آگ کی گرمی اور تیزی بہت زیادہ ہے- تو یقیناً یہ باوجود موسمی گرمی کے رسول اللہؐ کے ساتھ جہاد میں خوشی خوشی نکلتے اور اپنے جان و مال کو راہ اللہ میں فدا کرنے پر تل جاتے- عرب کا شاعر کہتا ہے کہ تو نے اپنی عمر سردی گرمی سے بچنے کی کوشش میں گزار دی حالانکہ تجھے لائق تھا کہ اللہ کی نافرمانیوں سے بچتا کہ جہنم کی آگ سے بچ جائے- اب اللہ تبارک و تعالیٰ ان بد باطن منافقوں کو ڈرا رہا ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں یہاں تو جتنا چاہیں ہنس لیں- لیکن اس آنے والی بڑی زندگی میں ان کے لئے رونا ہی رونا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا- حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ لوگو روؤ اور رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ- جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر نہروں جیسے گڑھے پڑ جائیں گے آخر آنسو ختم ہو جائیں گے اب آنکھیں خون برسانے لگیں گی ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو اور خون بہا ہوگا کہ اگر کوئی اس میں کشتیاں چلانی چاہے تو چلا سکتا ہے-

اور حدیث میں ہے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے اور خوب روتے ہی رہیں گے' آنسو ختم ہونے کے بعد پیپ نکلنا شروع ہوگا- اس وقت دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے کہ اے بدبخت رحم کی جگہ تو تم کبھی نہ روئے اب یہاں کا رونا دھونا لاحاصل ہے- اب یہ اونچی آوازوں سے چلا چلا کر جنتیوں سے فریاد کریں گے کہ تم لوگ ہمارے ہو- رشتے کنبے کے ہو- سنو ہم قبروں سے پیاسے اٹھے تھے- پھر میدان محشر میں بھی پیاسے ہی رہے اور آج تک یہاں بھی پیاسے ہی ہیں' ہم پر رحم کرو کچھ پانی ہمارے حلق میں چھوا دو یا جو روزی اللہ نے تمہیں دی

ہے اس میں سے ہی تھوڑا بہت ہمیں دے دو۔ چالیس سال تک کتوں کی طرح چیختے رہیں گے۔ چالیس سال کے بعد انہیں جواب ملے گا کہ تم یونہی دھتکارے ہوئے بھوکے پیاسے ہی ان سڑیل اور اٹل سخت عذابوں میں پڑے رہو۔ اب یہ تمام بھلائیوں سے مایوس ہو جائیں گے۔

فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ فَقُلْ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ ﴿۸۳﴾

پس اگر اللہ تعالیٰ مجھے ان کی کسی جماعت کی طرف لوٹا کر واپس لے آئے، پھر یہ تجھ سے میدان جنگ میں نکلنے کی اجازت طلب کریں تو تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز چل نہیں سکتے اور نہ میرے ساتھ تم دشمنوں سے لڑائی کر سکتے ہو، تم نے پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا۔ پس تم پیچھے رہ جانے والوں میں ہی بیٹھے رہو ○

مکاروں کی سزا: ☆☆ (آیت:۸۳) فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی کے ساتھ اس غزوے سے واپس مدینے پہنچا دے اور ان میں سے کوئی جماعت تجھ سے کسی اور غزوے میں تیرے ساتھ چلنے کی درخواست کرے تو بطور ان کو سزا دینے کے تو صاف کہہ دینا کہ نہ تو تم میرے ساتھ والوں میں میرے ساتھ چل سکتے ہو نہ تم میری ہمراہی میں دشمنوں سے جنگ کر سکتے ہو۔ تم جب موقعہ پر دغا دے گئے اور پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہے تو اب تیاری کے کیا معنی؟ پس یہ آیت مثل وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ الخ کے ہے۔ بدی کا برا بدلہ بدی کے بعد ملتا ہے جیسے کہ نیکی کی جزا بھی نیکی کے بعد ملتی ہے۔ عمرہ حدیبیہ کے وقت قرآن نے فرمایا تھا۔ سَيَقُوۡلُ الۡمُخَلَّفُوۡنَ اِذَا انْطَلَقۡتُمۡ اِلٰى مَغَانِمَ الخ یعنی جب تم غنیمتیں لینے چلو گے یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ تم سے کہیں گے کہ ہمیں اجازت دو۔ ہم بھی تمہارے ساتھ ہو لیں۔ یہاں فرمایا کہ ان سے کہہ دینا کہ بیٹھ رہنے والوں میں ہی تم بھی رہو۔ جو عورتوں کی طرح گھروں میں گھسے رہتے ہیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَمَاتُوۡا وَهُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۸۴﴾

ان میں سے کوئی مر جائے تو تو اس کے جنازے کی نماز ہرگز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہو گئے اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے ○

منافقوں کا جنازہ: ☆☆ (آیت:۸۴) حکم ہوتا ہے کہ اے نبی تم منافقوں سے بالکل بے تعلق ہو جاؤ۔ ان میں سے کوئی مر جائے تو تم نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے دعائے استغفار کرو۔ اس لئے کہ یہ کفر و فسق پر زندہ رہے اور اسی پر مرے۔ یہ حکم تو عام ہے گو اس کا شان نزول خاص عبداللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں ہے جو منافقوں کا رئیس اور امام تھا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر اس کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ میرے باپ کے کفن

کے لئے آپ خاص اپنا پہنا ہوا کرتا عنایت فرمایئے۔ آپؐ نے دے دیا۔ پھر کہا' آپ خود اس کے جنازے کی نماز پڑھایئے۔ آپؐ نے یہ درخواست بھی منظور فرمالی اور نماز پڑھانے کے ارادے سے اٹھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کی کہ حضورؐ آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا' سنو اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ تو ان کے لئے استغفار کرے یا نہ کرے' اگر تو ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کرے گا تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔ تو میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا۔ حضرت عمرؓ فرمانے لگے' یا رسول اللہ یہ منافق تھا لیکن تاہم حضورؐ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نماز میں صحابہؓ بھی آپ کی اقتدا میں تھے۔

ایک روایت میں ہے' حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ اس کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں صف میں سے نکل کر آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا آپ اس دشمن رب عبداللہ بن ابی کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ فلاں دن اس نے یوں کہا اور فلاں دن یوں کہا۔ اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں۔ حضورؐ مسکراتے ہوئے سب سنتے رہے۔ آخر میں فرمایا' عمرؓ مجھے چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کرا سکتا ہے تو میں یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔ چنانچہ آپؐ نے نماز بھی پڑھائی۔ جنازے کے ساتھ بھی چلے۔ دفن کے وقت بھی موجود رہے۔ اس کے بعد مجھے اپنی اس گستاخی پر بہت ہی افسوس ہونے لگا کہ اللہ اور رسول اللہ خوب علم والے ہیں۔ میں نے ایسی اور اس قدر جرات کیوں کی؟ کچھ ہی دیر ہوگی جو یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔ اس کے بعد آخر دم تک نہ حضورؐ نے کسی منافق کے جنازے کی نماز پڑھی نہ اس کی قبر پر آ کر دعا کی۔ اور روایت میں ہے کہ اس کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ تشریف نہ لائے تو ہمیشہ کے لیئے یہ بات ہم پر رہ جائے گی۔ جب آپ تشریف لائے تو اسے قبر میں اتار دیا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا' اس سے پہلے مجھے کیوں نہ لائے؟ چنانچہ وہ قبر سے نکالا گیا۔ آپ نے اس کے سارے جسم پر تھتکار کر دم کیا اور اسے اپنا کرتہ پہنایا۔ اور روایت میں ہے کہ وہ خود یہ وصیت کر کے مرا تھا کہ اس کے جنازے کی نماز خود رسول اللہ ﷺ پڑھائیں۔ اس کے لڑکے نے آ کر حضورؐ کو اس کی آرزو اور اس کی آخری وصیت کی بھی خبر کی اور یہ بھی کہا کہ اس کی وصیت یہ بھی ہے کہ اسے آپؐ کے پیراہن میں کفنایا جائے۔ آپؐ اس کے جنازے کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت جبرئیلؑ یہ آیتیں لے کر اترے۔ اور روایت میں ہے کہ جبرئیلؑ نے آپ کا دامن تان کر نماز کے ارادے کے وقت یہ آیت سنائی لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ اور روایت میں ہے اس نے اپنی بیماری کے زمانے میں حضورؐ کو بلایا۔ آپؐ تشریف لے گئے اور جا کر فرمایا کہ یہودیوں کی محبت نے تجھے تباہ کر دیا۔ اس نے کہا' یا رسول اللہؐ یہ وقت ڈانٹ ڈپٹ کا نہیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپؐ میرے لئے دعا استغفار کریں۔ میں مر جاؤں تو مجھے اپنے پیرہن میں کفنائیں۔ بعض سلف سے مروی ہے کہ کرتا دینے کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عباسؓ آئے تو ان کے جسم پر کسی کا کپڑا ٹھیک نہیں آیا۔ آخر اس کا کرتا لیا۔ وہ ٹھیک آ گیا۔ یہ بھی لمبا چوڑا' چوڑی چکلی ہڈی کا آدمی تھا۔ پس اس کے بدلے میں آپ نے اسے اس کے کفن کے لئے اپنا کرتا عطا فرمایا۔ اس آیت کے اترنے کے بعد نہ تو کسی منافق کے جنازے کی نماز آپؐ نے پڑھی نہ کسی کے لئے استغفار کیا۔

مسند احمد میں ہے کہ جب آپ کو کسی جنازے کی طرف بلایا جاتا تو آپ پوچھ لیتے۔ اگر لوگوں سے بھلائیاں معلوم ہوتیں تو آپ جا کر اس کے جنازے کی نماز پڑھاتے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات کان میں پڑتی تو صاف انکار کر دیتے۔ حضرت عمرؓ کا طریقہ آپ کے بعد یہ

رہا کہ جس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھتے' اس کے جنازے کی نماز آپ بھی پڑھتے۔ جس کی حضرت حذیفہؓ نہ پڑھتے آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ حضرت حذیفہؓ کو حضورؐ نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہی کو یہ نام معلوم تھے اسی بنا پر انہیں رازدار رسول کہا جاتا تھا۔ بلکہ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت عمرؓ ایک شخص کے جنازے کی نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے تو حضرت حذیفہؓ نے چٹکی لے کر انہیں روک دیا۔ جنازے کی نماز اور استغفار ان دونوں چیزوں سے منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کو روک دینا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ مسلمانوں کے بارے میں ان دونوں چیزوں کی پوری تاکید ہے۔ ان میں مردوں کے لئے بھی پورا نفع ہے اور زندوں کے لئے بھی کامل اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے' آپ فرماتے ہیں' جو جنازے میں جائے اور نماز پڑھے جانے تک ساتھ رہے' اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اسے دو قیراط ملتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہے؟ فرمایا سب سے چھوٹا قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی حضورؐ کی عادت مبارک تھی کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر وہیں اس کی قبر کے پاس ٹھہر کر حکم فرماتے کہ اپنے ساتھی کے لئے استغفار کرو' اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ اس سے اس وقت سوال و جواب ہو رہا ہے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ ۚ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُو الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَاعِدِينَ ﴿٨٦﴾ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٨٧﴾

ان کے مال و اولاد سے تو کچھ بھی تعجب نہ کرنا' اللہ کی چاہت یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک کافر ہی رہیں۔ جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت مندوں کا ایک طبقہ تیرے پاس آ کر یہ کہہ کر رخصت لے لیتا ہے کہ ہمیں تو بیٹھے رہنے والوں میں ہی چھوڑ دیجئے ○ یہ تو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر ریجھ گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔ اب وہ کچھ سمجھ عقل نہیں رکھتے ○

(آیت: ۸۵) اسی مضمون کی آیہ کریمہ گذر چکی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بحمد اللہ لکھ دی گئی ہے جس کے دہرانے کی ضرورت نہیں۔

(آیت: ۸۶-۸۷) ان لوگوں کی برائی بیان ہو رہی ہے جو وسعت طاقت قوت ہونے کے باوجود جہاد کے لئے نہیں نکلتے' جی چرا جاتے ہیں اور حکم ربانی سن کر پھر بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اپنے رک رہنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ ان کی بے حمیتی تو دیکھو کہ یہ عورتوں جیسے ہو گئے' لشکر چلے گئے' یہ نامرد زنانے عورتوں کی طرح پیچھے رہ گئے۔ بوقت جنگ بزدل ڈرپوک اور گھروں میں گھسے رہنے والے

اور بوقت امن بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے۔ یہ بھونکنے والے کتوں اور گرجنے والے بادلوں کی طرح ڈھول کے پول ہیں۔

چنانچہ اور جگہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ خوف کے وقت ایسی آنکھیں پھیرنے لگتے ہیں جیسے کوئی مر رہا ہو اور جہاں وہ موقع گزر گیا' لگے چرب زبانی کرنے اور لمبے چوڑے دعوے کرنے' باتیں بنانے۔ امن کے وقت تو مسلمانوں میں فساد پھیلانے لگتے ہیں اور وہ بلند بانگ بہادری کے ڈھول پیٹتے ہیں کہ کچھ ٹھیک نہیں لیکن لڑائی کے وقت عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر پردہ نشین بن جاتے ہیں' بل اور سوراخ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے تئیں چھپاتے پھرتے ہیں۔ ایماندار تو سورت اترنے اور اللہ کے حکم ہونے کا انتظار کرتے ہیں لیکن بیمار دلوں والے منافق جہاں سورت اتری اور جہاد کا حکم سنا' آنکھیں بند کرلیں' دیدے پھیر لئے۔ ان پر افسوس ہے۔ اور ان کے لئے تباہی خیز مصیبت ہے۔ اگر یہ اطاعت گزار ہوتے تو ان کی زبان سے اچھی بات نکلتی' ان کے ارادے اچھے رہتے یہ اللہ کی باتوں کی تصدیق کرتے تو یہی چیز ان کے حق میں بہتر تھی لیکن ان کے دلوں پر تو ان کی بداعمالیوں سے مہر لگ چکی ہے۔ اب تو ان میں اس بات کی صلاحیت بھی نہیں رہی کہ اپنے نفع نقصان کو ہی سمجھ لیں۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَجَاۗءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

لیکن خود رسول اور اس کے ساتھ کے ایماندار اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے رہتے ہیں' یہی لوگ خوبیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں ○ انہی کے لئے اللہ نے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ بادیہ نشینوں میں سے عذر والے لوگ حاضر ہوئے کہ انہیں رخصت دے دی جائے اور وہ بیٹھ رہے جنہوں نے اللہ سے اور اس کے رسول سے جھوٹی باتیں بنائی تھیں' اب تو ان میں سے جتنے کفار ہیں' انہیں دکھ دینے والی مار پہنچ کر رہے گی ○

منافق کی آخرت خراب : ☆☆ (آیت:۸۸-۸۹) منافقوں کی مذمت اور ان کی اخروی خستہ حالت بیان فرما کر اب مومنوں کی مدحت اور ان کی اخروی راحت بیان ہو رہی ہے۔ یہ جہاد کے لئے کمر باندھے رہتے ہیں۔ یہ جان و مال راہ حق میں فدا کرتے رہتے ہیں۔ انہی کے حصے میں بھلائیاں اور خوبیاں ہیں یہی فلاح پانے والے لوگ ہیں۔ انہی کے لئے جنت الفردوس ہے اور انہی کے لئے بلند درجے ہیں۔ یہی مقصد حاصل کرنے والے' یہی کامیابی کو پہنچ جانے والے لوگ ہیں۔

جہاد اور معذور لوگ : ☆☆ (آیت:۹۰) یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے۔ مدینہ

کے اردگرد کے یہ لوگ آ آ کر اپنی کمزوری و ضعیفی ' بے طاقتی بیان کر کے اللہ کے رسولؐ سے اجازت لیتے ہیں کہ اگر حضورؐ انہیں واقعی معذور سمجھیں تو اجازت دے دیں- یہ بنوغفار کے قبیلے کے لوگ تھے- ابن عباسؓ کی قرات میں وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ ہے یعنی اہل عذر لوگ- یعنی معنی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملے کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے- یہ نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضورؐ سے رک رہنے کی اجازت چاہی- بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ عذر پیش کرنے والے بھی دراصل عذر والے نہ تھے- اسی لئے ان کے عذر مقبول نہ ہوئے لیکن پہلا قول پہلا ہی ہے- وہی زیادہ ظاہر ہے- واللہ اعلم- اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی- دوسری وجہ یہ ہے کہ عذاب کا حکم بھی ان کے لئے ہوگا جو بیٹھے ہی رہے-

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَاۗءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

ناتواں ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں ' کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ اور ان کے رسولؐ کی خیر خواہی کرتے رہیں ' ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں ' اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے ○ ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو انہیں سواری مہیا کر دے تو تو جواب دیتا ہے کہ میں تو تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رنج و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں ○ بیشک ان لوگوں پر تو راہ الزام ہے اور انہی پر ہے جو باوجود یکہ دولت مند ہونے کے تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں ' جو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر خوش ہیں جن کے دلوں پر مہر الٰہی لگ چکی ہے- جس سے وہ محض بے علم ہو گئے ہیں ○

عدم جہاد کے شرعی عذر: ☆☆ (آیت:۹۱) اس آیت میں ان شرعی عذروں کا بیان ہو رہا ہے جن کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جائے تو اس پر شرعی حرج نہیں- پس ان تینوں میں سے ایک قسم تو وہ ہے جو لازم ہوتی ہے کسی حالت میں انسان سے الگ نہیں ہوتی جیسے پیدائشی کمزوری یا اندھاپن یا لنگڑاپن ' کوئی لولا لنگڑا یا اپاہج ' بیمار یا بالکل ہی ناطاقت ہو- دوسری قسم کے وہ عذر ہوتے ہیں جو کبھی ہیں اور

کبھی نہیں۔ اتفاقیہ اسباب ہیں مثلاً کوئی بیمار ہو گیا ہے یا بالکل فقیر ہو گیا ہے' سامان سفر' سامان جہاد مہیا نہیں کر سکتا وغیرہ پس یہ لوگ شرکت جہاد نہ کر سکیں تو ان پر شرعاً کوئی مواخذہ' گناہ یا عار نہیں لیکن انہیں اپنے دل میں صلاحیت اور خلوص رکھنا چاہیے۔ مسلمانوں کے اللہ کے دین کے خیر خواہ بنے رہیں' اوروں کو جہاد پر آمادہ کریں۔ بیٹھے بیٹھے جو خدمت مجاہدین کی انجام دے سکتے ہوں' دیتے رہیں۔ ایسے نیک کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حواریوں نے عیسیٰ نبی اللہ سے پوچھا کہ ہمیں بتایئے' اللہ کا خیر خواہ کون ہے؟ آپ فرمایا جو اللہ کے حق کو لوگوں کے حق پر مقدم کرے اور جب ایک کام دین کا اور ایک دنیا کا آ جائے تو دینی کام کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھے۔ پھر فارغ ہو کر دنیوی کام کو انجام دے۔ ایک مرتبہ قحط سالی کے موقعہ پر لوگ نماز استسقاء کے لیے میدان میں نکلے۔ ان میں حضرت بلال بن سعد بھی تھے۔ آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء۔ کی پھر فرمایا اے حاضرین' کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم سب اللہ کے گنہگار بندے ہو؟ سب نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے دعا شروع کی کہ پروردگار ہم نے تیرے کلام میں سنا پڑھا ہے کہ نیک بندوں پر کوئی مشکل نہیں۔ ہم اپنی برائیوں کا اقرار کرتے ہیں۔

پس تو ہمیں معاف فرما' ہم پر رحم فرما' ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسا۔ اب آپ نے ہاتھ اٹھائے اور آپ کے ساتھ ہی اور سب نے بھی ہاتھ اٹھائے۔ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور اسی وقت جھوم جھوم کر بدلیاں برسنے لگیں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے' میں حضورؐ کا منشی تھا۔ سورہ برات جب اتر رہی تھی' میں اسے بھی لکھ رہا تھا۔ میرے کان میں قلم اڑا ہوا تھا۔ جہاد کی آیتیں اتر رہی تھیں' حضورؐ منتظر تھے کہ دیکھیں کیا حکم نازل ہوتا ہے؟ اتنے میں ایک نابینا صحابی آئے اور کہنے لگے' حضورؐ میں جہاد کے احکام اس اندھاپے میں کیسے بجا لا سکتا ہوں؟ اسی وقت یہ آیت اتری۔ پھر ان کا ذکر ہوتا ہے جو جہاد کے لیے تڑپتے ہیں مگر قدرتی اسباب سے مجبور ہو کر بادل نخواستہ رک جاتے ہیں۔ جہاد کا حکم ہوا۔ حضورؐ کا اعلان ہوا' مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو ایک جماعت آئی جن میں حضرت عبداللہ بن مغفل بن مقرن مزنی وغیرہ تھے۔ انہوں نے کہا' حضورؐ ہمارے پاس سواریاں نہیں۔ آپ ہماری سواریوں کا انتظام کر دیں تاکہ ہم بھی راہ حق میں جہاد کرنے کا اور آپؐ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کریں۔ آپ نے جواب دیا کہ واللہ میرے پاس تو ایک بھی سواری نہیں۔ یہ ناامید ہو کر روتے پیٹتے' غم زدہ اور رنجیدہ ہو کر لوٹے۔ ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہم رکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم ہو گئے اور عورتوں کی طرح انہیں یہ مدت گھروں میں گذارنی پڑے گی۔ نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے اور نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے۔

پس جناب باری نے ان کو یہ آیت نازل فرما کر ان کی تسکین کر دی۔ یہ آیت قبیلہ مزینہ کی شاخ بنی مقرن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ محمد بن کعبؒ کا بیان ہے کہ یہ سات آدمی تھے۔ بنی عمرو کے سالم بن عوف' بنی واقف کے حرمی بن عمرو' بنی مازن کے عبدالرحمٰن بن کعب' بنی معلیٰ کے فضل اللہ' بنی سلمہ کے عمرو بن عثمہ اور عبداللہ بن عمرو مزنی اور بنو حارثہ کے علیہ بن زید۔ بعض روایتوں میں کچھ ناموں میں ہیر پھیر بھی ہے۔ انہی نیک نیت بزرگوں کے بارے میں اللہ کے رسول' رسولوں کے سرتاج صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واہل بیتہ وسلم کا فرمان ہے کہ اے میرے مجاہد ساتھیو' تم نے مدینے میں جو لوگ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں' ان میں وہ بھی ہیں کہ تم جو خرچ کرتے ہو' جس میدان

میں چلتے ہو' جو جہاد کرتے ہو' سب میں وہ بھی ثواب کے شریک ہیں- پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی- اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر صحابہؓ نے کہا کہ وہ باوجود اپنے گھروں میں رہنے کے ثواب میں ہمارے شریک ہیں؟ آپؐ نے فرمایا' ہاں اسی لیے کہ وہ معذور ہیں- عذر کے باعث رکے ہیں- ایک اور آیت میں ہے' انہیں بیماریوں نے روک لیا ہے- پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جنہیں فی الواقع کوئی عذر نہیں- مالدار ہٹے کٹے ہیں- لیکن پھر بھی سرکار نبوت میں آ کر بہانے تراش تراش کر جہاد میں ساتھ نہیں دیتے- عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ جاتے ہیں' زمین پکڑ لیتے ہیں- فرمایا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر اللہ کی مہر لگ چکی ہے- اب وہ اپنے بھلے برے کے علم سے بھی کورے ہو گئے ہیں-